

حضرت عبداللہ بن عمر کے سو قصص

مؤلف
مولانا محمد اوسیس سرور

بیت العلوم

۔ ۲۰۔ گاہ پروردہ نیشنل لائبریری لہور، فون: ۰۴۲۲۸۳۵۱۳۷

حضرت عبد اللہ بن عمر
توقیف

حضرت عبداللہ بن عمر کے سو اقتضے

مؤلف
مولانا محمد ایس سرور

بیان العلوم

۲۰۔ نایاب روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۳۴۷

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ۱۰۰ اقتے

کتاب

مولانا محمد اولیس سرور

مؤلف

مولانا محمد ناظم اشرف

پاہنچاں

بیت الحکوم - ۲۰ ناہر روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور

ناشر

فون: 042-7352483

﴿ملئے کے پتے﴾

بیت الحکوم = ۲۰ ناہر روڈ، پرانی انارکلی، لاہور

بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی

ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور

ادارہ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کوئٹہ کراچی نمبر ۱۲

ادارہ اسلامیات = موسیٰ روڈ چوک اردو بازار، کراچی

مکتبہ دارالعلوم = چامدہ دارالعلوم کوئٹہ کراچی نمبر ۱۲

دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر ۱

مکتبہ قرآن = بخوری ٹاؤن، کراچی

بک سنتر = 32 جید روڈ، اول پینڈی

بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر ۱

فہرست

| نمبر شمار | فہرست مضمایں | صفحہ نمبر |
|-----------|---------------------------------------|-----------|
| | مقدمہ | |
| ۱ | مختصر حالات زندگی | ۱۱ |
| ۲ | نام و نسب | ۱۷ |
| ۳ | اسلامی تربیت کا حصول | ۱۷ |
| ۴ | غزوات میں شرکت | ۱۸ |
| ۵ | عہد فاروقی اور ابن عمرؓ | ۱۹ |
| ۶ | عہد عثمانی اور ابن عمرؓ | ۲۰ |
| ۷ | حضرت ابن عمرؓ کی علمی شان | ۲۲ |
| ۸ | احادیث بیان کرنے میں احتیاط | ۲۲ |
| ۹ | حضرت ابن عمرؓ مجیہیت فقیہ | ۲۳ |
| ۱۰ | لباس | ۲۴ |
| ۱۱ | حیله | ۲۴ |
| ۱۲ | انتقال پر ملال | ۲۵ |
| ۱۳ | ازواج و اولاد | ۲۵ |
| ۱۴ | تقدیر کے بارے میں سوال | ۲۶ |
| ۱۵ | اللہ کے لئے بغض | ۲۶ |
| ۱۶ | غلام کی امامت | ۲۷ |
| ۱۷ | حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی آہ و حرج گاہی | ۲۷ |
| ۱۸ | سورہ اخلاص، تہائی قرآن کے برابر | ۲۸ |
| ۱۹ | حضرت ابن عمرؓ کا خوف آختر | ۲۸ |

| | | |
|----|---|----|
| ۲۹ | علوم شرعیہ کا خلاصہ، چند الفاظ میں | ۲۰ |
| ۲۹ | علمی امانت کا تقاضا، اظہار علمی | ۲۱ |
| ۲۹ | چوتیس مہینے | ۲۲ |
| ۳۰ | حضرت ابن عمرؓ کی گہری سوچ | ۲۳ |
| ۳۰ | اجرو ثواب کے قیراط | ۲۴ |
| ۳۱ | حضرت ابن عمرؓ کے آنسو | ۲۵ |
| ۳۱ | حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بیٹی کے نکاح کا قصہ | ۲۶ |
| ۳۲ | خوف خدا سے چشمہ صد سنگ اپنے دیکھا | ۲۷ |
| ۳۳ | حضرت ابن عمرؓ کی ایس دعا | ۲۸ |
| ۳۳ | رخصت کرنے کا سنت طریقہ | ۲۹ |
| ۳۴ | ایک دیران جگہ سے گزر | ۳۰ |
| ۳۵ | مرنے کے بعد ابو جہل کی حالت | ۳۱ |
| ۳۵ | شیر کی گردان پر ابن عمرؓ کا تھپٹر | ۳۲ |
| ۳۶ | خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت | ۳۳ |
| ۳۶ | حضرت ابن عمرؓ کا زہد | ۳۴ |
| ۳۷ | حضور حضرت ابن عمرؓ کا اکرام کرتے ہیں | ۳۵ |
| ۳۷ | مجلس امیر کے آداب | ۳۶ |
| ۳۸ | نفاق کی ایک صورت | ۳۷ |
| ۳۸ | حضرت عمرؓ کے آخری لمحات | ۳۸ |
| ۳۹ | مصر کے سفر کا ایک واقعہ | ۳۹ |
| ۴۰ | والد محترم کی معیت میں | ۴۰ |
| ۴۱ | دل کی چونوں نے چین سے رہنے نہ دیا | ۴۱ |

| | | |
|----|-------------------------------------|----|
| ۳۲ | حضرت ابن عمرؓ کی تواضع | ۳۲ |
| ۳۲ | راہ و فاہیں اہل دل | ۳۳ |
| ۳۳ | دست مصطفیٰ اللہ علیہ السلام کا بوسہ | ۳۳ |
| ۳۳ | جنگ یہاں کا ایک واقعہ | ۳۵ |
| ۳۶ | کرتے کی گھنڈیاں | ۳۶ |
| ۳۶ | حکم الہی کی اطاعت کا جذبہ | ۳۷ |
| ۳۶ | محبوب ترین اموال کا صدقہ | ۳۸ |
| ۳۸ | مال کا فتنہ | ۳۹ |
| ۳۸ | مچھلی کھانے کی خواہش | ۵۰ |
| ۳۹ | سو اونٹیوں کا صدقہ | ۵۱ |
| ۳۹ | انگور کا خوشہ | ۵۲ |
| ۵۰ | حضرت ابن عمرؓ کے روزے | ۵۳ |
| ۵۰ | اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ | ۵۳ |
| ۵۰ | تیمیوں کا خیال | ۵۵ |
| ۵۱ | کھانانہ کھانے کی انوکھی وجہ | ۵۶ |
| ۵۲ | نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز | ۵۷ |
| ۵۲ | رشید کا پیالہ | ۵۸ |
| ۵۳ | مسکینوں سے محبت | ۵۹ |
| ۵۳ | حضرت ابن عمرؓ کی فرمانبرداری | ۶۰ |
| ۵۳ | آخرت کا نفع | ۶۱ |
| ۵۳ | دل ہزار درہم کا صدقہ | ۶۲ |
| ۵۵ | حضرت ابن عمرؓ اور اتابع رسول | ۶۳ |

| | | |
|----|---------------------------------------|----|
| ۵۶ | حضرت عبد اللہؓ کے اونٹ | ۶۲ |
| ۵۷ | مکاتب غلام | ۶۵ |
| ۵۸ | دنیا کی آلاتشوں سے اجتناب | ۶۶ |
| ۵۹ | حضرت ابی عمرؓ کی حضوری کی نصیحت | ۶۷ |
| ۶۰ | حضرت ابی عمرؓ کا سالن | ۶۸ |
| ۶۱ | دوسرے مسلمانوں کو اپنی ذات پر ترجیح | ۶۹ |
| ۶۲ | شکم سیری سے احتساب | ۷۰ |
| ۶۳ | کھانا ہضم کرنے کی دوا | ۷۱ |
| ۶۴ | کھانے کی خواہش اور حضرت عمرؓ کی تنبیہ | ۷۲ |
| ۶۵ | ابن عمرؓ کی بیٹی کی نصیحت | ۷۳ |
| ۶۶ | ابن عمرؓ کی حضوری سے محبت | ۷۴ |
| ۶۷ | حضرت ابی عمرؓ کے بچپن کا ایک واقعہ | ۷۵ |
| ۶۸ | حضرت ابی عمرؓ کا شوق جہاد | ۷۶ |
| ۶۹ | اتباع سنت کا اہتمام | ۷۷ |
| ۷۰ | فتح مکہ کے موقع پر! | ۷۸ |
| ۷۱ | صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان | ۷۹ |
| ۷۲ | حضرت عمرؓ کی جائشی | ۸۰ |
| ۷۳ | حضرت ابی عمرؓ کی وسعت علمی | ۸۱ |
| ۷۴ | ناخ و منسوخ کے عالم | ۸۲ |
| ۷۵ | امیر کی اطاعت | ۸۳ |
| ۷۶ | حضرت ابی عمرؓ اور کثرت اسلام | ۸۴ |
| ۷۷ | حضرت ابی عمرؓ کا انداز تعلیم | ۸۵ |

| | | |
|----|--------------------------------------|-----|
| ۷۰ | فتی دینے میں احتیاط | ۸۶ |
| ۷۱ | حضرت ابن عمرؓ کی خشیت و خوف خدا | ۸۷ |
| ۷۲ | واقف ہوا گرلزت بیداری شب سے | ۸۸ |
| ۷۳ | تیرے نقش پاکی تلاش میں | ۸۹ |
| ۷۴ | رجل صالح کی سند | ۹۰ |
| ۷۵ | تو بچا بچا کے نہ رکھا سے | ۹۱ |
| ۷۵ | حضرت ابن عمرؓ دعا | ۹۲ |
| ۷۶ | بہترین نمونہ | ۹۳ |
| ۷۷ | مشتبہات سے اجتناب | ۹۴ |
| ۷۸ | صدقة کا غلام | ۹۵ |
| ۷۸ | پھولدار فرش سے نفرت | ۹۶ |
| ۷۸ | نقش و نگار سے اجتناب | ۹۷ |
| ۷۸ | محبوب اموال کا صدقہ | ۹۸ |
| ۷۹ | محاجوں کی اعانت | ۹۹ |
| ۸۰ | حضرت ابن عمرؓ فیاضی و سیر چشمی | ۱۰۰ |
| ۸۱ | مہمانی، تین دن ہوتی ہے | ۱۰۱ |
| ۸۱ | باپ کے احباب سے صدر رحمی | ۱۰۲ |
| ۸۲ | اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے | ۱۰۳ |
| ۸۲ | اہل بیت سے محبت | ۱۰۴ |
| ۸۲ | حضرت علیؑ کے منسوبات سے محبت | ۱۰۵ |
| ۸۳ | چچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا | ۱۰۶ |
| ۸۳ | حقوق انسانیت کا احترام | ۱۰۷ |

| | | |
|----|-------------------------------------|-----|
| ۸۵ | ابن عمرؓ کے اخلاق کریمانہ | ۱۰۸ |
| ۸۶ | لوگوں کی حضرت ابن عمرؓ سے محبت | ۱۰۹ |
| ۸۷ | اہل مدینہ کی دعوت | ۱۱۰ |
| ۸۷ | خط لکھنے کا مسنون طریقہ | ۱۱۱ |
| ۸۷ | ابن عمرؓ کی اپنے بیٹے سے ناراضگی | ۱۱۲ |
| ۸۹ | حضرت ابن عمرؓ کی فراست و حاضر جوابی | ۱۱۳ |
| ۸۹ | حضرت ابن عمرؓ کے معمولات یومیہ | ۱۱۴ |
| ۹۰ | شانگردوں کی اصلاح کا اہتمام | ۱۱۵ |
| ۹۰ | حضرت ابن مسعودؓ سے تعلق خاطر | ۱۱۶ |
| ۹۱ | اہل سین کی ایک فضیلت | ۱۱۷ |
| ۹۱ | اکابرین سے قلبی تعلق و عقیدت | ۱۱۸ |
| ۹۲ | حضرت عمرؓ کا کرتہ | ۱۱۹ |
| ۹۲ | سفر آخرت | ۱۲۰ |
| ۹۶ | فہریں المراجع | ۱۲۱ |

مقدمہ

﴿اَنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَعْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّ اَنفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِي اللَّهَ فَلَا مُضْلِلٌ لَّهُ وَمَنْ يَضْلِلُ فَلَا هَادِيٌ لَّهُ وَنَشَهَدُ اَنَّ لَا إِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشَهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا اَعْبُدُهُ وَرَسُولُهُ﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقًّا تُقَاتَهُ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبِّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَئَثَ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلَ عَنْ بِهِ وَالْأَرْضَ حَمَّا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا فَوْلَا سَدِيدًا يُصْلِحُ لَكُمْ أَغْمَالَكُمْ وَيُغَفِّرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

حمد و صلوٰۃ کے بعد!

دین اسلام کا بنیادی مقصد لوگوں کو سید ہے راستہ کی راہ نہیٰ فراہم کرنا اور انہیں باطل کی گھٹاؤ پ تاریکیوں سے نکال کر حق کی دیدہ زیب روشنیوں میں لانا قرار دیا گیا ہے، اس کے نتیجے میں انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے سرفراز کرنا، سعادت دائی کا حامل بنانا اور ایک صاحب اور یکتا معاشرہ کا قیام اسلامی نظریہ حیات ہے۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے التدبیع العزت نے اپنے آخری نبی سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ کے مقصد بعثت کو اس تعبیر قرآنی کے ساتھ واضح کر دیا:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأَمَمِينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوُ عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُبَيِّنُ لَهُمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ
قَبْلِ لِفْلِ ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (سورہ الجدید: ۲)

”وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا جوان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور (خدا کی) کتاب اور دنائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے“

لہذا لوگوں کو توحید و عبادت الہی کی طرف دعوت دیتا، ان کے نفوس کا تزکیہ کرنا، مزاج انسانی اور معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہر چیز کا قلع قلع کرنا آنحضرت ﷺ کا مقصد رسالت قرار دیا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے اس مقصد کو اپنا اوڑھا بچھونا بنا کر دن رات ترویج اسلام کے لئے جدوجہد فرمائی، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی لاثانی قربانیوں، مخلصانہ جدوجہد اور للہیت سے بھر پر محنت و دعوت کو قبول فرمایا اور ایک مبارک جماعت کو کھڑا کیا جو مقصد پیغمبر ﷺ کو لے کر حرکت میں آئی اور روئے زمین کے چپے چپے تک پیغام حق کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کی نگاہ پر انوار نے ان مقدس ہستیوں میں وہ بھلیاں بھر دی تھیں کہ قیصر و کسری کے بالا خانوں میں ان کا رعب اور ہیبت محسوس کی جاسکتی تھی۔

اس جماعت پیغمبر کے تربیت یافتہ افراد نے دین حنیف کی آبیاری کے لئے نفس و نفیس کو قربان کیا اور پرچم اسلام کو کفر کے قلعوں میں گاڑ کر ہی دم لیا۔ یہ حضرات اپنے تن من دھن کو اللہ کے دین کے لئے لٹاتے رہے اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ محمد ﷺ کے ساتھی ایسے جانثرا اور وفادار ہیں کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو ایسے ساتھی میسر نہیں آئے۔ ان حضرات کی محنت و برکت سے اسلام ایک ایسا دریا ثابت ہوا جس سے اٹھنے والی موج تند جو لالاں سے نہیں کوئی نہیں تھے و بالا ہو گئے۔

جونہی ایمان نے ان کے قلوب میں جگہ پکڑی یہ خداۓ وحدہ لا شریک لہ پر یقین حکم کی

نعت عظیٰ سے سرفراز ہوتے چلے گئے اور قرآن کی زبانی ان کی عظمت کے نفعے گو بخے لگے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِالْحَسَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
وَأَعْدَلُهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا
ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

”جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہرہ ہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے“

ایک جگہ یوں عدالت و عظمت صحابہؓ کا اعلان ہوتا ہے:

﴿وَلِكُنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَرَزَّيْنَاهُ فِي قُلُوبِكُمْ
وَكَرَّةٌ إِلَيْكُمُ الْكُفَّرَ وَالْفَسُوقُ وَالْعِصْيَانُ أُولَئِكَ هُمُ
الرَّاشِدُونَ﴾ (الحجرات: ۷)

”لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو ایک محبوب چیز بنادیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجادیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا، یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں“

یہ ارشاد ربانی بھی ملاحظہ ہو:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رَحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكُعاً سُجَّداً يَتَغَافَّونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ
وَرَضُوا أَنَا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَئِرِ السُّجُودِ ذَلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّورَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْأَنْجِيلِ﴾ (لقہ: ۲۹)

”محمد خدا کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے

حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) بھکھے ہوئے سر بخود ہیں اور خدا کا افضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں، (کثرت) بخود کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجلیل میں ہیں،“

ہو حلقة یاراں تو بریشم کی طرح نرم

ہو رزم حق و باطل تو فولاد ہے مومن

ہر مسلمان کے لئے اسوہ صحابہؓ کو اپانانا اور ان کے نشان قدم کی پیروی کرنا لازم قرار دیا گیا، ہم پر لازم ہیں کہ ہم حکمت صدیق اکبر، پیغمبرؓ فاروق، حیاء عثمان، علم علی، نرمی حسن، مضبوطی حسین، سیاست معاویہ، شجاعت حمزہ، تقویٰ معاذ، یقین عباس، تفقہ ابن معہود، توکل ابو ہریرہ، زبدابی ذر، سخات عبدالرحمن، عبادت ابن عمر، تواضع انس، صدق خذیفہ اور تمام صحابہؓ کی ہر خوبی کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں۔

اتباع صحابہؓ کو اپانے کے لئے مسلمان کو جن اسباب کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز صحابہ کرامؓ کے حالات و سیرت کا مطالعہ ہے۔ یہ مطالعہ میں ایسے خلفاء، علماء، قضاء، حکماء اور بہادر لوگوں کے تذکرہ اور حالات سے روشناس کرتا ہے جن کے دل نور ایمانی سے روشن، جن کی جیسیں سبود عاشقانہ سے مزین، جن کے دل محبت رسول سے سرشار، جن کی زبانیں ذکر الہی سے معمور اور جن کے اعضاء اطاعت الہی میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی روشنی کا مینار اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔ خود نبی کریمؓ کا ارشاد ہے:

﴿اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهديتم﴾

”میرے صحابہؓ ستاروں کی باند ہیں تم جس کی بھی

اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے“

زیر نظر کتاب بھی اس کاروان علم و آگہی کے ایک فرد مبارک کے تذکرہ پر مشتمل ہے،

جن کا نام نامی ”عبداللہ بن عمر“ ہے۔ حضور ﷺ کے افعال و اقوال کی اتباع کا کثیر حصہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے دامن نصیب میں آیا جس کی وجہ سے آپ ”اتباع الصحابة بالسنة“ (صحابہ میں سب سے زیادہ سنت کی پیروی کرنے والے) کے لقب سے ملقب ہیں۔ آپ علم فقیر و حدیث میں ایک ممتاز مقام کے حامل تھے، علم فقہ میں تعمق کا یہ عالم تھا کہ بہت سے اکابر صحابہ و تابعین یچیدہ مسائل میں آپ کے فتاویٰ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ فتنہ مالکی جو کہ اس وقت دنیا کے بہت سے ممالک میں رائج ہے اس کی بہت سی وروایات اور مسائل کا درود اور حضرت ابن عمرؓ کی تعلیمات پر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ممتاز شاگرد حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ چار مینے میں تفسیر و تاویل کے ساتھ پڑھی ہے“

ابن سیرین کا قول ہے:

”صحابہؓ کے نزدیک مناسک حج کے سب سے بڑے

عالم حضرت عثمان اور ان کے بعد ابن عمر ہیں“

میمون بن مہر ان جب ابن عباس اور ابن عمرؓ کا تذکرہ کرتے تو فرماتے:

”ابن عمر تقویٰ میں اور ابن عباس علم میں آگے ہیں“

عمر بن دینار کہتے ہیں:

”ابن عمر نو جوان فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے“

ابن سیرین کی محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ دعا کیا کرتے تھے:

”اے اللہ! توجب تک ابن عمر کو زندہ رکھے مجھے بھی زندہ رکھ

تا کہ میں ان کی اقدام اکرتا رہوں“

بعض صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ:

”ہم لوگوں میں اہن عمر سے زیادہ اپنے نفس پر قابو رکھنے والا کوئی نہیں ہے“

شععی کہتے ہیں:

”اگر میں کسی کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا تو ابن عمر کے بارے میں دیتا“

اس کتاب میں علم و عمل کے عظیم پیکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ سے منتخب کردہ سو قصوں کو حدیث و سیر کی مستند ترین کتابوں سے جمع کیا گیا ہے۔ اس میں ان تمام پہلوؤں کو سامنے لانے کی بھرپور کوشش کی گئی جو کسی نہ کسی انداز میں پڑھنے والوں کے دل پر دستک دیں اور عمل کے جذبہ کو ابھارنے میں مددگار ثابت ہوں۔ قارئین سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ مرتب کی طرف سے کوئی کوتاہی سامنے آئے تو ایک طالب علم کی لغزش قلم سمجھ کر اسے معاف فرمائیں اور اگر کوئی بات فائدہ دے جائے اور عمل صالح کا ذریعہ بن جائے تو راقم ہی انتہائے تمثیلی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی صحابہ کرام ﷺ کی زندگیوں کو سمجھیں، ان کی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں اور انہی کے نقش قدم پر چلیں، اللہ ہماری زندگی سے باطل لوگوں کے باطل طریقے نکال دے اور سچے لوگوں کے نورانی طریقوں کو ہماری زندگی میں زندہ کر دے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

اللہ تعالیٰ بیت العلوم کے ارباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے واقعی طرز تحریر پر مشتمل سیرت نگاریوں کا ایک بہت عمدہ سلسلہ شروع کیا ہے، بیت العلوم سے اب تک بہت سے صحابہ کرام ﷺ کے سو سو قصے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ اشاعت خلفاء راشدین کے قصوں سے شروع ہوئی تھی لیکن قارئین کی پسندیدگی کے پیش نظر اب یہ سلسلہ کافی وسعت اختیار کر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی تمام دینی و اصلاحی کاوشوں کو قبول فرمائے اور دین و علم کی مزید خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

شگفتہ ہو کے فلی دل کی پھول ہو جائے

یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

محمد اولیس سرور

فاضل و مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ

مختصر حالات زندگی

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تھا صحیح کے تارے سے بھی تیرا سفر

نام و نسب:

عبداللہ بن ابی عبد الرحمن کنیت، آبائی سلسلہ نسب یہ ہے۔ عبد اللہ بن عمر بن خطاب ابی نفیل بن عبد العزیز بن رباح بن قرط بن ر Zah بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔ ماں کا نام زینب تھا، نانہاںی نسب نامہ یہ ہے، زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمع بن عمرو بن حصین۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غزوہ احمد میں جو سڑھے میں پیش آیا، چودہ برس کے تھے، اس حساب سے ان کی پیدائش کا تخمینی زمانہ بعثت کا دوسرا سال ہے اور ۲ نبوی میں جب حضرت عمرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے تو ابن عمر کا سن تقریباً پانچ برس کا ہوگا۔

اسلامی تربیت کا حصول:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ہوش سن بھالا ہی تھا کہ اپنے گھر کے درود یا رپر اسلام کو پرتو فکن دیکھا اور اسلام ہی کے دامن میں ان کی نشوونما ہوئی بعض روایتوں میں ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے مگر صحیح یہ ہے کہ انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ اس طرح اسلام قبول کیا تھا، جس طرح خاندان کے بڑے بزرگ کے تبدیل مذہب پر گھر کے کمن بچے بھی غیر شعوری طور سے اپنے مذہب کو بدل ڈالتے ہیں جن غیر معتبر راویوں نے (حضرت عمرؓ سے قبل) حضرت ابن عمرؓ کے اسلام کا واقعہ نقل کیا ہے۔ درحقیقت ان کو بیعت رضوان کے واقعہ کے ساتھ التباس ہوا ہے، صحیح

بخاری میں خود حضرت ابن عمرؓ کی زبانی منقول ہے کہ جب میرے باپ مسلمان ہوئے تو میں چھوٹا بچہ تھا، ظاہر ہے کہ ایک چھوٹا بچہ حق و باطل کی تمیز کی وہ حرکت نگاہ نہیں رکھتا، جو اس زمانہ میں اس کو کسی کے بذات خود ردو قبول پر آمادہ کر سکے۔

انوار اسلام کی چک کے ساتھ ساتھ مشرکین کے ظلم و طغیان کی گرج بھی برابر بڑھتی گئی اور حضرت عمرؓ اور ان کا خاندان بھی ان کی تتم گریوں سے محفوظ نہ رہا اس لئے حضرت عمرؓ نے بھی اپنے اہل دعیاں کے ساتھ ہجرت کی۔

غزوہات میں شرکت:

ہجرت کے بعد حق و باطل کی پہلی آویزش غزوہ بدر ہے، ابن عمرؓ کی کل عمر ۱۳ سال کی تھی، تاہم جانبازی کے شوق میں شرکت کی درخواست کی، صغير اس ہونے کی وجہ سے آنحضرتؐ نے قبول نہ فرمائی۔

اس کے ایک سال بعد دوسرا معرکہ احمد میں ہوا۔ اس میں بھی انہوں نے اپنا نام پیش کیا مگر چونکہ چودہ سال سے متجاوز نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے اس مرتبہ بھی ان کی درخواست مسترد ہو گئی۔ احمد کے دو سال بعد ۵۷ھ غزوہ خندق میں ان کی عمر پندرہ سال پوری ہو چکی تھی چنانچہ وہ سب سے پہلا معرکہ ہے جس میں ان کو سرکار رسالت سے شرکت کی اجازت ملی۔

اس کے بعد غزوہ خیبر میں بھی وہ مجاہد انہ شریک ہوئے اور اس سفر میں آنحضرتؐ نے حلال و حرام کے جو بعض خاص احکام جاری فرمائے وہ ان کے راوی ہیں۔

فتح کمک کے بعد غزوہ خین میں بھی صفات آ راتھے، چنانچہ خین کی واپسی کے بعد کے واقعات کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ جب ہم غزوہ خین سے لوٹے تو حضرت عمرؓ نے اعتکاف کی نذر کے متعلق پوچھا جو جاہلیت کے زمانہ میں پالی تھی، آنحضرتؐ نے اس کے پورا کرنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد طائف کا محاصرہ ہوا، اس محاصرہ میں بھی ابن عمرؓ پیش پیش تھے، چنانچہ اس محاصرہ کے واقعات بیان کرتے تھے کہ جب محاصرہ میں مسلمانوں کو کامیابی نہ ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل محاصرہ اٹھا کرو اپس ہو جائیں

گے، یہ ارشاد لوگوں پر گراں گذر انہوں نے عرض کیا، کیا بغیر فتح کئے ہوئے لوٹ چلیں؟ آپ نے فرمایا اچھا کل پھر لڑو، چنانچہ دوسرے دن لڑے اور فتح کے بجائے الٹے زخمی ہوئے، آپ نے پھر فرمایا کہ انشاء اللہ کل واپس جائیں گے، اس مرتبہ لوگوں نے بخوبی منظور کر لیا، اس پر آپ مسکرا دیئے۔

ججۃ الوداع آنحضرت ﷺ کا آخری حج تھا، اس میں مسلمانوں کا جم غیر آپ کے ہمراپ تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی اس شرف میں شریک تھے، چنانچہ ججۃ الوداع کے واقعات میں ان کا بیان ہے کہ ججۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بال منڈائے تھے اور بعضوں نے صرف ترشوانے پر اکتفا کیا تھا۔

۹ میں غزوہ توبک پیش آیا۔ اس میں آنحضرت ﷺ نے ۳۰ ہزار کی جمعیت کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کے لئے توبک کا رخ کیا تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی اس میں بھی شریک تھے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ جر کی طرف گذرے تو فرمایا ان لوگوں کے مسکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے (خدا کی نافرمانی کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا کہ مبادا تم بھی اس عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے، اگر گذرنا ہے تو خشیت الہی سے روتے ہوئے گذر جاؤ۔

غرض غزوہ خندق سے لیکر آخوند آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ایسی بڑی مہم نہ تھی جس میں انہوں نے شرکت کی عزت حاصل نہ کی تھی۔

عہد فاروقی اور ابن عمرؓ

عہد فاروقی کی بعض فتوحات شریک رہے لیکن محض ایک سرفوش مجاہد کی حیثیت سے۔ نافع کا بیان ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی نہادند کی جنگ میں شریک ہوئے اور بیمار پڑ گئے تو پیاز کو دھاگے میں پر کردا میں پکاتے تھے، جب اس میں پیاز کا مزہ آ جاتا تھا تو اس کو نکال کے دو اپی لیتے تھے، شام اور مصر کی فتوحات میں بھی شرکت کا پتہ چلتا ہے لیکن ان فتوحات میں ان کا کوئی نمایاں کارنامہ نہیں ہے اور اس زمانہ میں سلطنت کے انتظامی امور میں بھی انہوں نے کوئی حصہ نہیں لیا غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے

عزیز دوں کو اس میں پڑنے نہ دیتے تھے، تاہم جہاں امت کے نفع و نقصان کا کوئی سوال پیش آ جاتا تو حضرت ابن عمرؓ اپنے والد بزرگوار کی سخت گیری کے خطرہ کو برداشت بھی کر لیتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمرؓ کا وقت آ خر ہوا اور ابن عمرؓ کو اپنی بہن ام المؤمنین حضرت خصہؓ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کسی کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا خیال نہیں رکھتے جس سے ان کے خیال میں آئندہ مشکلات ہیں آنے کا خطرہ تھا تو ڈرتے ڈرتے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا بیان ہے کہ میں یہ جرات تو کر گیا مگر مارے خوف کے معلوم ہوتا تھا کہ پیار اٹھارہا ہوں، میں پہنچا تو پہلے حضرت عمرؓ لوگوں کے حالات پوچھتے رہے، پھر میں نے جرات کر کے عرض کی کہ میں لوگوں کی چہ میگوئیاں گوش گذار کرنے حاضر ہوا ہوں ان کا خیال ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین منتخب نہ فرمائیں گے، فرض کریں کہ وہ چو اپا جو آپ کی بکریوں اور اونٹوں کو چرا تا ہے، اگر گلہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا جائے تو ریوڑ کیا حشر ہوگا؟ اسی حالت میں انسانوں کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے! حضرت عمرؓ نے اس معقول استدلال کو پسند کیا، پھر کچھ سوچ کر بولے خدا خود اپنے گلہ کا نہیں ہے، اگر میں کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کروں تو کوئی مضاائقہ نہیں کر سوں اللہؓ نے بھی نامزد نہیں فرمایا تھا اور اگر کر جاؤں تو بھی کوئی حرج نہیں کہ ابو رَضیْؓ نامزد کر گئے تھے، ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہؓ اور ابو بکرؓ کا نام لیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ آنحضرتؓ کے اسوہ حسنہ پر کسی کو ترجیح نہ دیں گے اور کسی کو اپنا جانشین خود نہ بنائیں گے چنانچہ انہوں نے اپنے بعد اپنی جانشینی کا مسئلہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے پروردگر دیا، جس میں متعدد اکابر صحابہ شامل تھے۔

عہد عثمانی اور ابن عمرؓ

ابن عمرؓ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد سب سے پہلے انتخاب خلیفہ کی مجلس شوریٰ میں نظر آتے ہیں، کیونکہ حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب میں عبداللہ بھیتیت میسر شریک ہوں، مگر صرف مشورہ دے سکتے ہیں خلیفہ نہیں نامزد

کئے جاسکتے، حضرت عثمان رض کے زمانہ میں ان کو ملکی معاملات میں حصہ لینے کا موقع ملا، مگر انہوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا حضرت عثمان رض نے قضاۓ کا عہدہ پیش کیا، انہوں نے مخذالت کر دی کہ ”میں نہ دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، اور نہ دو شخصوں کی امامت کرتا ہوں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک جاہل جس کا ٹھکانا دوزخ ہے، دوسرا عالم مالی الدنیا، اس کا مستقر بھی دوزخ ہے، تیسرا جو اجتہاد کرتا ہے اور صحیح رائے قائم کرتا ہے اس کے لئے نہ عذاب ہے نہ ثواب“ حضرت عثمان رض نے فرمایا کہ تمہارے باپ تو فیصلے کرتے تھے، بولے صحیح ہے، لیکن جب ان کو کسی پیچیدہ بات میں دشواری پیش آتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشواری ہوتی تھی تو جبریل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرماتے تھے میں کس طرف رجوع کرو گا؟ کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا کہ جس خدا کی پناہ مانگی اس نے پناہ کی جگہ پناہ مانگی، اس نے خدارا مجھ کو کہیں کا عامل نہ بنایا یہ ان کے انکار پر حضرت عثمان رض نے زیادہ اصرار نہیں کیا، البتہ یہ عہد لے لیا کہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔

مگر ملکی انتظام سے اس کنارہ کشی کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ میں برابر شریک ہوتے رہے چنانچہ ۲۷ میں، افریقہ (تیونس) الجزاير، مراکش، کی مہم میں شریک ہوئے، پھر ۳۰ میں خراسان اور طبرستان کے معروں میں سعید بن عاص رض کے ساتھ ہے، جب قشہ فساد شروع ہوا تو بالکل کنارہ کش ہو گئے اور پھر کسی چیز میں حصہ نہ لیا، اسی احتیاط کی بنا پر خلافت کے اعزاز سے بھی انکار کر دیا، حضرت عثمان رض کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ امیر ابن امیر ہیں ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہیں فرمایا، جہاں تک میرے امکان میں ہے اپنے لئے ایک پھر کے برابر بھی خون نہ بننے دونگا، لوگوں نے حکمی دی کہ آپ اس بارگراں کو نہیں سنبھالتے تو ہم آپ کو قتل کر دیں لیکن انہوں نے اس حکمی کی بھی مطلق پرواہ نہ کی اور خلافت جیسے رفع اعزاز سے جو اس وقت فتوں کا مرکز بن گیا تھا خود کو مچائے رکھا۔

حضرت ابن عمرؓ کی علمی شان:

حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت ﷺ کی صحبت، آپکی بارگاہ کی دائیٰ حاضر باشی، سفر و حضر کی ہر کابی، فاروق عظم کی تعلیم و تربیت اور خود ان کی تلاش و جستجو نے مذہبی علوم کا دریابنادیا تھا، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کا بحر بے کراں تھے، آپ کا شمار علمائے مدینہ کے اس زمرہ میں تھا، جو علم و عمل کے مجمع ابھریں سمجھے جاتے تھے۔

احادیث بیان کرنے میں احتیاط:

اس فضل و کمال، اس وسعت علم اور اس وقت نظر کے باوجود حدیث بیان کرنے میں حد درجہ محتاط تھے، محمد بن علی راوی ہیں کہ صحابہ کی جماعت میں ابن عمرؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے میں کوئی محتاط نہ تھا، وہ حدیث میں کمی و بیشی سے بہت ڈرتے تھے۔ ابو جعفر کا بیان ہے کہ ابن عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں میں کمی و زیادتی سے بہت زیادہ خائن فرہتے تھے۔

سعید اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ حدیث نبوی میں ابن عمرؓ سے زیادہ محتاط میری نظر سے کوئی نہیں گزرا، اس لئے آپ عام طور پر حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے تھے۔

مجاہد کا بیان ہے کہ مدینہ کے راستہ میں میرا اور ابن عمرؓ کا ساتھ ہوا، اس درمیان میں انہوں نے صرف ایک حدیث بیان کی۔

امام شعیعی کا بیان ہے کہ میں ایک سال تک عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا لیکن انہوں نے کوئی حدیث نہیں بیان کی، اس کا یہ مقصد نہیں کہ وہ روایت حدیث کو برائجھتے تھے یا کم بیان کرتے تھے بلکہ بلا ضرورت نہیں بیان کرتے تھے۔

وہ احادیث کو آنحضرت ﷺ کے الفاظ میں روایت کرنا ضروری سمجھتے اور اس میں تغیر پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ عبید بن عمرؓ حدیث سارے تھے

”قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم مثل النافق کشاد من بین

رہیستین ادا اذالت ہولاء نطحتها "حضرت ابن عمرؓ" نے فراؤں کے دیا کہ یہ حدیث اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے "مثلاً النافق بین غنمین" عبیدہ عمر میں آپ سے بڑے تھے، اس لئے ان کو غیرت آگئی، بہت بڑا ہوئے، ان کے اس بے جا غصہ کا یہ جواب دیا کہ اگر میں نے آنحضرتؐ سے اس طریقہ سے نہ سنا ہوتا تو نہ تردید کرتا۔

اس احتیاط کی بنا پر اکابر علماء آپ کی مرویات کو اتنی قابل اعتماد سمجھتے تھے کہ پھر کسی مزید توثیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی، امام شعیی فرماتے تھے کہ ابن عمرؓ کی روایت بہت درست ہوتی تھی، ابن شہاب زہریؓ ان کی رائے کے بعد پھر کسی دوسری رائے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، موطا امام مالک جس کو امت نے صداقت اور وثوق میں بہت بڑا درجہ دیا ہے زیادہ تر ان کی ہی روایات پر مشتمل ہے، خصوصاً وہ روایات جو حضرت ابن عمرؓ سے ان کے خادم و شاگرد نافعؓ نے بیان کی ہیں اور ان سے امام مالک نے سنائے ہے حضرت ابن عمرؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں تقریباً پندرہ برس رہے، پھر شیخین کا پورا زمانہ دیکھا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں گویا تیس برس رہے، پھر حضرت نافعؓ کے حلقہ عمرؓ کی صحبت میں تیس برس رہے پھر امام مالک حضرت نافعؓ کے حلقہ درس میں بارہ برس بیٹھے، اسی طرح مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کا سلسلہ محدثین کے نزدیک سلسلہ الذہب کہا جاتا ہے اور بجا کہا جاتا ہے کہ:

این سلسلہ از طلائے ناب است این خانہ تمام آفتاب است

"یہ لڑی سونے کی لڑی ہے اور یہ گھر (ہدایت کا) آفتاب ہے"

ذات نبوی کے علاوہ آپ کے شیوخ میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمر، عثمان، علی، زید بن ثابت، عبد اللہ بن عمر مسعود، بلال، ہمیں، رافع بن خدیجؓ، عائشہؓ اور حضرت زینبؓ جیسے اکابر امت ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ، بحیثیت فقیہ:

حدیث کے بعد فتویٰ کا درجہ ہے کہ اسی پر تشریع اسلامی کا اور مدار ہے، حضرت ابن عمرؓ کو تفقہ فی الدین میں درجہ کمال حاصل تھا، آپ کی ساری عمر علم و افقاء میں بس رہوئی۔ مدینہ

کے ان مشہور صاحب فتاویٰ صحابہؓ میں جن کے فتاویٰ کی تعداد سب سے زیادہ ہے ایک ابن عمرؓ بھی تھے، فقہ ماکلی جو ائمہ اربعہ میں سے ایک امام، امام ماکل کی فقہہ ہے، اس کا تمام تر دارود ارجمند حضرت ابن عمرؓ کے فتاویٰ پر ہے اس بنا پر امام ماکل فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ ائمہ دین میں تھے، ابن عمرؓ کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو خیم جلد تیار ہو سکتی ہے، کبار کی رائے ہے کہ تھا ابن عمرؓ کے اقوال، اسلامی مسائل کے حل کے لئے کافی ہیں۔

لباس:

لباس بہت معمولی پہننے تھے، عموماً قیصیں ازار، اور سیاہ عماء استعمال کرتے تھے، چپل پہننے تھے، ازار رصف پنڈلی تک ہوتا تھا، رنگوں میں زرد رنگ استعمال کرتے تھے کہ خود حضور پیغمبرؐ کو بھی یہ رنگ پسند تھا، کبھی کبھی بیش قیمت لباس بھی پہن لیتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ میں نے ان کو پانچ سو کی چادر اور اوزھے دیکھا ہے، انکو بھی بھی رکھتے تھے، جس پر عبد اللہ بن عمرؓ کندہ تھا، مگر وہ صرف مہر وغیرہ کے وقت کام آتی تھی، پہننے نہ تھے۔

حیلہ:

شکل و صورت میں وہ اپنے والد بزرگوار سے بہت مشابہ تھے، دراز قامت اور بھاری بھر کم تھے، رنگ گندی تھا، کندھوں تک کاٹلین تھیں، کبھی کبھی مانگ بھی نکلا کرتے تھے، داڑھی بقدر ایک مشترکہ تھے، موچھیں اس قدر گہری کتر داتے تھے کہ لبوں کی سفیدی نمایاں ہو جاتی تھی، زرد خضاب کرتے تھے۔

انتقال پر ملال:

۲۷ میں تراسی چوراہی برس کی عمر میں وفات پائی، وفات کا واقعہ یہ ہے کہ حج کے زمانہ میں ایک شخص کے نیزہ کی نوک جوز ہر میں بیکھی ہوئی تھی ان کے پاؤں میں چھگنی یہ زہران کے جسم میں سرایت کر گیا اور یہی زخم ان کی موت کا باعث ہوا، وفات کے بعد وصیت کے مطابق لوگوں نے حرم کے باہر دن کرنا چاہا، مگر جاج نے مداخلت کی اور خود بن

نماز جنازہ پڑھائی، مجبوراً ”خ“ نامی مہاجرین کے قبرستان میں پرداخک کئے گئے۔

باغ باتی ہے باغبان نہ رہا

اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا

کارواں تو روائ رہے گا مگر

ہائے وہ میر کارواں نہ رہا

ازواج واولاد:

ابن عمرؓ کی متعدد بیویاں تھیں، جن سے بارہ بڑے اور چار لڑکیاں تھیں، ابو بکر، ابو عبیدہ، واقد، عبد اللہ، حفصہ اور سودہ بنت ابی عبید کے بطن سے تھے، عبد الرحمن ام علقہ بنت علقہ کے بطن سے تھے، سالم عبید اللہ ابو سلمہ اور قلابہ مختلف لوٹدیوں کے بطن سے تھے۔

ہیهات لایاتی الزمان بمثله

ان الزمان بمثله لبخیل

”ناممکن ہے کہ زمانہ ان جیسا شخص لا کے کیونکہ

زمانہ ان جیسے افراد مہیا کرنے میں بخیل ہے“

(تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: سیر الصحابة اور اسد الغائبہ تذکرہ ابن عمرؓ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ۱۰۰ قصے

(قصہ ۱) ﴿تَقْدِيرٍ﴾ کے بارے میں سوال

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا ایک دوست شام کا رہنے والا تھا جس سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے اسے لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں کچھ اعتراض کرنے لگ گئے ہو خبردار! آئندہ مجھے کبھی خط نہ لکھنا کیونکہ میں حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنائے کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو تقدیر کو جھٹا میں گے۔ تفسیر ابن کثیر (۲۶۸/۳)

(قصہ ۲) ﴿اللہ کے لئے بعض﴾

حضرت یحییٰ بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا لیکن میں تو تم سے اللہ کے لئے بعض رکھتا ہوں۔ اس آدمی نے پوچھا کیوں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیونکہ تم اذان میں گانے کی آواز بناتے ہو اور پھر اذان پر اجرت بھی لیتے ہو۔

حیاة الصالحة (۱۳۹/۳)

اس واقعہ اور حضرت ابن عمرؓ کے اس عمل سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اذان پر اجرت لینا جائز نہیں۔ ایسی بہت سی روایات کو سامنے رکھ کر کچھ لوگ زمانہ حاضر کی ترتیب پر اشکال کرتے ہیں جس میں امامت و اذان پر اجرت لی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ علماء نے ایسی تمام روایات کو اس صورت پر محظوظ کیا ہے کہ جب ائمہ و موزعین کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر ہو۔ اگر بیت المال سے ان حضرات کو مستقل وظیفہ ملتا رہے تو انہیں معاشی دشواریاں لاحق نہ ہوں گی اور انہیں اجرت نہ لینا پڑے گی۔ علماء نے ان حضرات کے لئے اجرت کو صرف اس لئے جائز قرار دیا ہے تاکہ یہ لوگ تجارت یا کاروبار میں مشغول ہونے کے بجائے مکمل دلچسپی کے ساتھ دین کے کام میں مشغول ہو سکیں۔

(قصہ ۳) ﴿ ﴿ غلام کی امامت ﴾ ﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مدینے کے ایک کنارے میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی زمین تھی وہاں ایک مسجد میں نماز کھڑی ہونے لگی۔ مسجد کے امام ایک غلام تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نماز میں شریک ہونے کے لئے اس مسجد میں داخل ہوئے تو اس غلام نے ان سے کہا آپ آگے تشریف لے چلیں اور نماز پڑھائیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تم اس مسجد میں نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہو، چنانچہ اس غلام نے نماز پڑھائی۔ (حیات الصحابة ۱۵۳/۳)

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی طرح نماز میں قبلہ رخ رہنے میں بہت زیادہ اہتمام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا وہ نماز میں اپنا چہرہ ہاتھ اور پاؤں قبلہ رخ رکھنے کا سختی سے اہتمام کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی میں نے انہیں سجدے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! تو میرا سب سے زیادہ محبوب بن جا اور مجھے ہر چیز سے زیادہ اپنے سے ڈرنے والا بنا دے اور انہیں سجدہ میں یہ کہتے ہوئے بھی سنائے میرے رب! اپنونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں، اس لئے میں کبھی بھی مجرموں کی مد نہیں کروں گا۔ (حلیۃ الاولیاء ۳۰۵/۱)

(قصہ ۴) ﴿ ﴿ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی آہ سحر گاہی ﴾ ﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ رات کو کافی دریک نماز پڑھتے پھر پوچھتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آگیا؟ میں کہتا نہیں، تو پھر نماز پڑھنے لگتے پھر کہتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آگیا ہے؟ میں کہتا جی ہاں۔ تو بیٹھ کر صحیح صادق تک دعا و استغفار میں لگے رہتے۔

محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب بھی رات کو اٹھتے نماز شروع کر دیتے۔ (حلیۃ الاولیاء ۳۰۳/۱)

(قصہ ۵) ﴿ سورہ اخلاص، تہائی قرآن کے برابر ﴾

حضرت ابو غالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کہ میں ہمارے ہاں ٹھہر اکرتے اور رات کو تہجد پڑھا کرتے۔ ایک رات صبح صادق سے کچھ دیر پہلے مجھ سے فرمایا اے ابو غالب! کیا تم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھتے؟ کیا ہی اچھا ہوا گرم تہائی قرآن پڑھ لو؟ میں نے کہا صبح ہونے والی ہے میں اتنی دیر میں تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا سورت اخلاص قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

طیبۃ الاولیاء (۳۰۵/۱)

(قصہ ۶) ﴿ حضرت ابن عمرؓ کا خوف آخرت ﴾

حضرت ابو سلمہ بن بدال رحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ مرودہ پر حضرت عبد اللہ بن عمرؑ و حضرت عبد اللہ بن عمر و بن العاصؓ کی آپس میں ملاقات ہوئی وہ دونوں کچھ دیر آپس میں بات کرتے رہے پھر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ چلے گئے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ دبا رو تے ہوئے رہ گئے، تو ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ اے ابو عبد الرحمن! آپ کیوں رورہے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ صاحب یعنی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ابھی بتا کر گئے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا اللہ تعالیٰ اسے چہرے کے بل آگ میں ڈال دیں گے۔

الترغیب والترحیب (۳۲۵/۲)

اس قصہ سے نہ صرف تکبر کی ندمت اور برائی معلوم ہوتی ہے بلکہ صحابہ کرامؓ کی ”مجلسوں کی باتیں“ بھی ہمیں معلوم ہوتی ہیں۔ یہ لوگ جب آپس میں ملتے تھے تو دنیاوی تذکرے اور فضول گوئی میں مشغول نہ ہوتے بلکہ اپنی مجلسوں کو حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ کے ذریعہ ایمان افروز بناتے۔ اسی پر ان کا اجتماع تھا اسی پر ان کی جدائی۔ اللہ تعالیٰ ایسا جذبہ ہم سب کو نصیب فرمادے۔ آمین

(قصہ ۷) ﴿ علوم شرعیہ کا خلاصہ، چند الفاظ میں ﴾

حضرت محمد بن ابی قیلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ کو خط لکھ کر علم کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے یہ جواب لکھا کہ تم نے مجھے خط لکھ کر علم کے بارے میں پوچھا ہے۔ علم تو بہت زیادہ ہے میں سارا لکھ کر تمہیں نہیں بھیج سکتا، البتہ تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ تمہاری اللہ سے ملاقات اس حال میں ہو کہ تمہاری زبان مسلمانوں کی آبروریزی سے رکی ہوئی ہو اور تمہاری کمر پر ان کے ناحق خون کا بوجھ نہ ہو اور تمہارا پیٹ ان کے ناحق مال سے خالی ہو اور تم مسلمانوں کی جماعت سے چھٹے ہوئے ہو۔ یعنی فرقہ بازی میں مت پڑو (رائے کا اختلاف دلیل کے ساتھ الگ چیز ہے)

حیاتۃ الصحابة (۲۰۲/۳)

(قصہ ۸) ﴿ علمی امانت کا تقاضا، اظہارِ علمی ﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت ابن عمرؓ سے اولاد کی میراث کے بارے میں پوچھا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ کسی نے ان سے کہا آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا ابن عمر سے وہ چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں اس نے کہہ دیا میں نہیں جانتا (ٹھیک تو کیا)

حضرت عروہؓ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ جب وہ پوچھنے والا پشت پھیر کر چل پڑا تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنے آپ سے کہا ابن عمر سے ایسی چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں تو اس نے کہہ دیا مجھے معلوم نہیں۔

طبقات ابن سعد (۱۳۲/۳)

(قصہ ۹) ﴿ چوتیس مہینے ﴾

حضرت عقبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مسلسل چوتیس مہینے حضرت ابن عمرؓ کی صحبت میں رہا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ سے کوئی چیز پوچھی جاتی تو آپ کہہ دیتے میں نہیں جانتا اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرماتے کیا تم جانتے ہو یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ

ہماری پشتوں کو جہنم تک جانے کے لئے پل بنانا چاہتے ہیں۔ جامع اعلم (۵۳/۲)

(قصہ ۱۰) ﴿حضرت ابن عمرؓ کی گہری سوچ﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنا سر جھکالیا اور کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ لوگ یہ سمجھتے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا سوال ہی نہیں نہ اس لئے اس آدمی نے کہا اللہ آپ پر حرم فرمائے کیا آپ نے میرا سوال نہیں نہیں؟ انہوں نے فرمایا ہے لیکن شاید آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ لوگ ہم سے جو کچھ پوچھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سے اس کے بارے میں باز پر سچیں کرے گا۔ اللہ تم پر حرم کرے ہمیں ذرا مہلت دوتا کہ ہم تمہارے سوال کے بارے میں سوچ لیں۔ اگر ہمیں اس کا کوئی جواب سمجھ میں آگیا تو ہم تمہیں بتا دیں گے اور اگر نہ آیا تو تمہیں بتا دیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں۔ طبقات ابن سعد (۱۶۸/۲)

(قصہ ۱۱) ﴿اجرو ثواب کے قیراط﴾

حضرت سعد بن ابی وقارؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں سامنے مقصودہ والے حضرت خباب رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہوئے اور کہنے لگے اے عبداللہ بن عمر! کیا آپ نے وہ حدیث سنی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ بیان کر رہے ہیں؟ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو گھر سے ہی جنازے کے ساتھ چلے اور اس کی نماز جنازہ پڑھے اور پھر دن تک اس کے پیچے رہے اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔ ایک قیراط احمد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے اور نماز جنازہ پڑھ کر واپس آجائے اس کو احمد پہاڑ کے برابر اجر ملے گا۔ حضرت ابن عمرؓ کو حضرت خبابؓ کے پاس پہنچ دیا کہ ان سے حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کے بارے میں پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ آ کر بتا۔ پھر حضرت ابن عمرؓ ایک مٹھی مسجد کی کنکریاں لیکر ہاتھ میں الٹ پلٹ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قاصد یعنی حضرت خباب و اپس آگئے اور آ کر بتایا کہ حضرت عائشہؓ فرماتا ہے جو کنکریاں تھیں حضرت ابن عمرؓ کہ حضرت ابو ہریرہ نے ٹھیک کہا ہے تو ہاتھ میں جو کنکریاں تھیں انہیں حضرت ابن عمرؓ

نے زمین پر پھینک کر کہا پھر تو ہم نے اجر و ثواب کے بہت سے قیراط کھو دیئے۔ حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہمیں نہ تو زمیندارہ کی مشغولی تھی اور نہ بازار کے کار و بار اور تجارت کی۔ جس کی وجہ سے ہمیں حضور ﷺ کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہو میری چاہت تو بس اتنی تھی کہ حضور ﷺ مجھے یا تو کوئی کلمہ اور بات سکھا دیں یا کھانے کا کوئی لقہ کھلا دیں اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! واقعی تم ہم سب سے زیادہ حضور ﷺ کو چھٹے رہتے تھے اسی وجہ سے تم ہم سب سے زیادہ حضور ﷺ کی حدیثوں کو جاننے والے ہو۔ طبقات ابن سعد (۳۲۲/۲)

کسی کی بزم نے دنیاۓ دل بدل ڈالی
خودی کے ساتھ گیا بے خودی کے ساتھ آیا

(قصہ ۱۲) ﷺ حضرت ابن عمرؓ کے آنسو

حضرت ابن ابی عمیرہؓ نے فرمایا میں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو کلے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک تو عرش تک پہنچ کر ہی رکتا ہے اس سے پہلے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور دوسرے زمین آسمان کے درمیان کے خلا کو بھر دیتا ہے وہ ہیں لا إلہ إلّا اللہُ وَاللّهُ أكْبَر حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن ابی عمیرہؓ سے کہا کیا آپ نے خود ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہو گئی (انہیں اس بات کا غم تھا کہ مجھے اب تک حضور ﷺ کی یہ بات معلوم کیوں نہیں تھی) پھر فرمایا ہمیں ان دونوں کلمات سے بہت تعلق اور محبت ہے۔

حیات الصحابة (۳۰۷/۳)

(قصہ ۱۳) ﷺ حضرت عبد اللہؓ کی بیٹی کے نکاح کا قصہ

حضرت عروہ بن زیرؓ فرماتے ہیں ہم لوگ طواف کر رہے تھے میں نے طواف کے دوران حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو وہ

خاموش رہے اور میرے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا میں نے کہا اگر یہ راضی ہوتے تو کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے اب اللہ کی قسم! میں ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ اللہ کی شان وہ مدینہ واپس پہنچ گئے میں بعد میں مدینہ آیا، چنانچہ میں حضور ﷺ کی مسجد میں داخل ہوا اور جا کر حضور ﷺ کو سلام کیا اور آپؐ کی شان کے مطابق آپؐ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کب آئے ہو؟ میں نے کہا ابھی پہنچا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہم لوگ طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جمار ہے تھے کیا اسوقت تم نے مجھ سے (میری بیٹی) حضرت سودہ بنت عبداللہ کا ذکر کیا تھا حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے؟ میں نے کہا ایسا ہونا مقدر تھا، اس لئے ایسا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے کہا اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے، چنانچہ انہوں نے دونوں بیٹوں حضرت سالم اور حضرت عبداللہ کو بلا کر میری شادی کر دی۔

(حلیۃ الاولیاء/۱۳۰۹، طبقات ابن سعد/۱۲۷/۲)

سبحان اللہ..... کیا خوب انداز معاشرت ہے۔ اگر شادی کو ایسا ہی سادہ بنا دیا جائے اور اس معاملہ میں صحابہ کرام کی سیرت کو سامنے رکھا جائے تو سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ جب صحابہ کرام کے طرز زندگی کو چھوڑا گیا دین بھی ہاتھ سے گیا، برسوں میں کمائی ہوئی دوست بھی مٹی میں مل گئی اور شادیوں سے برکتیں بھی اٹھ گئیں۔ نہ دین ہاتھ آیا نہ دنیا..... نہ خدا ہی نہ وصال صنم..... نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

(قصہ ۱۲) ﴿ خوف خدا سے چشمہ صد سنگ ابنتے دیکھا ﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ شاگردوں کے ساتھ تفریح کی غرض سے مدینہ منورہ کے نواح میں نکلے، کھانے کے لئے دستِ خوان بچھایا گیا تو قریب سے ایک چروائی نے گذرتے ہوئے سلام کیا، حضرت ابن عمرؓ نے اسے کھانے کی دعوت دی تو اس نے مذہر ت کرتے ہوئے کہا کہ میرا روزہ ہے، فرمایا اس قدر شدید گرمی میں؟ کہنے لگا ”تیزی کے ساتھ زندگی کے ان گذرتے ہوئے دنوں کو اسی طرح قیمتی بنایا جا سکتا

ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے امتحاناً اس سے فرمایا ”ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں فروخت کر دیں، ہم آپکو اس کی قیمت بھی ادا کر دیں گے اور افظار کرنے کے لئے گوشت بھی دے دیں گے“ مال کی محبت عجوب روگ ہے، جسے لگ جائے، بڑی مشکل سے وہ اس سے پناہ حاصل کرتا ہے، یہاں آ کر بڑے بڑوں کے قدم ڈگ کانے لگ جاتے ہیں، دن رات سر بجودا یہے عابد بھی ہیں کہ جہاں معاملہ دنیا اور مال کا آگیا، ان کا حب مال ان کے تقوی کو غلکت دے گیا، میدان جہاد میں جان ہتھیلی پر رکھ کر سر فروشانہ کارنا مے انجام دینے والے ایسے جانباز مجاہد بھی بکثرت پائے جاتے ہیں کہ جب مال غیمت کی تقسیم کا مرحلہ شروع ہوا، اس میں کہیں دین اور دنیا کے تقاضے مختلف ہو گئے اور وہ محبت مال کے قیمت بن گئے، آہ! یہ دنیا کن کن خوبصورتیوں کے ساتھ آتی ہے اور دل کی کائنات پر چھا چھا جاتی ہے، لیکن عہد صحابہؓ کا وہ چروہا محبت مال کی زلفوں کا اسیر نہ تھا وہ تقوی کی حقیقی بلندیوں پر تھا، کہنے لگا ”یہ بکریاں میری نہیں، آقا کی ہیں“ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ”ایک بکری آقا کو نہ ملی تو وہ کیا بگاڑ سکتا ہے (اس کے گم ہونے کا بہانہ کیا جا سکتا ہے) کہنے لگا ”فَإِنَّ اللَّهَ“ (اللَّهُ كَمَا هُوَ جَإِنَّكَ) ان کے اس جملے سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور بار بار اس کا یہ جملہ دھراتے ہیں ”اللَّهُ كَمَا هُوَ جَإِنَّكَ، اللَّهُ كَمَا هُوَ جَإِنَّكَ“ مدد نورہ واپس ہوئے تو مالک سے وہ غلام چروہا اور تمام بکریاں خریدیں، غلام کو آزاد کیا اور بکریاں اسے ہبہ کیں۔ (اسد الغالیہ فی معرفۃ الصحبۃ، ج: ۲، ص: ۲۲۸)

(قصہ ۱۵) ﴿حضرت ابن عمرؓ کی ایک دعا﴾

حضرت عون بن عبد اللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ کے پبلو میں نماز پڑھی اس نے سنا کہ حضرت عبد اللہؓ سلام کے بعد یہ دعا پڑھ رہے ہیں:

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمَنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذْجَالِ
وَالْأَكْرَامِ.

”اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے تیری ہی جانب سے سلامتی

نصیب ہوتی ہے تو بہت برکت والا ہے اے عظمت و جلال والے اور
اکرام و احسان والے“

پھر اس آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو اس نے
انہیں بھی سلام کے بعد یہی دعا پڑھتے ہوئے ساتوہ نہیں پڑا۔ حضرت ابن عمرؓ نے
اس سے پوچھا میاں کیوں نہیں رہے ہو؟ اس نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ
کے پہلو میں نماز پڑھی تھی تو ان کو بھی یہ دعا پڑھتے ہوئے ساتھا۔ حضرت ابن عمرؓ
نے فرمایا ”خود حضور ﷺ بھی یہ دعا پڑھتے تھے“ (حیات الصحابة ۲۷۳/۳)

(قصہ ۱۶) ﴿ رخصت کرنے کا سنت طریقہ ﴾

حضرت قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا آؤ میں
تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح حضور ﷺ نے مجھے رخصت کیا تھا اور پھر یہ
کلمات کہے:

اَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ .

”میں تمہارے دین کو اور تمہارے صفت امانت داری کو اور تمہارے ہر عمل کے آخری
حصہ کو اللہ کے پر درکرتا ہوں“ (سنن البیهقی ۲۲۲/۳)

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب کوئی آدمی سفر پر جانے کا ارادہ کرتا تو
حضرت ابن عمرؓ اس سے فرماتے میرے قریب آؤ میں تمہیں اس طرح رخصت
کروں جس طرح حضور ﷺ ہمیں رخصت کیا کرتے تھے۔

(قصہ ۱۷) ﴿ ایک ویران جگہ سے گزر ﴾

حضرت مجاهد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ چلا جا رہا تھا
کہ اتنے میں ان کا ایک ویران جگہ پر گزر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تم یہ کہو اے ویرانے!
تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟ میں نے کہا اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟
حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا وہ سب خود تو چلے گئے البتہ ان کے اعمال باقی رہ گئے۔
(حلیۃ الاولیاء ۳۱۲/۱)

(قصہ ۱۸) ﴿مرنے کے بعد ابو جہل کی حالت﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں میدان بدر کے کنارے چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی ایک گڑھے سے باہر نکلا اس کی گردن میں زنجیر پڑی ہوئی تھی اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبد اللہ! مجھے پانی پلا دے، اے عبد اللہ! مجھے پانی پلا دے، اے عبد اللہ! مجھے پانی پلا دے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ اسے میرا نام معلوم تھا یا اس نے ویسے ہی عربوں کے دستور کے مطابق عبد اللہ کہہ کر پکارا اور نام معلوم نہیں تھا۔ پھر اسی گڑھے سے ایک آدمی باہر نکلا اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبد اللہ! اسے پانی نہ پلاانا کیونکہ یہ کافر ہے پھر اسے کوڑا مارا جس پر وہ آدمی اپنے گڑھے میں واپس چلا گیا۔ میں جلدی سے حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ حضور ﷺ کو بتایا آپؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا دشمن ابو جہل تھا اور اسے قیامت کے دن تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔ حیات الصحابة (۶۲۳/۳)

(قصہ ۱۹) ﴿شیر کی گردن پر ابن عمرؓ کا تھپڑ﴾

حضرت وہب بن ابیان قریشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ ایک سفر میں گئے۔ وہ چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ انہیں کچھ لوگ کھڑے ہوئے ملے انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟ لوگوں نے بتایا آگے راستے پر ایک شیر ہے جس سے یہ خوفزدہ ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی سواری سے نیچے اترے اور چل کر اسے شیر کے پاس گئے اور اس کے کان کو پکڑ کر مردڑا اور اس کی گردن پر تھپڑ مار کر اسے راستے سے ہٹا دیا پھر (واپس آتے ہوئے اپنے آپ سے) فرمایا حضور ﷺ نے تمہیں غلط بات نہیں فرمائی میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ابن آدم پر وہی چیز مسلط ہوتی ہے جس سے ابن آدم ڈرتا ہے اگر ابن آدم اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرتے تو اس پر اللہ کے علاوہ اور کوئی چیز مسلط نہ ہو۔ ابن آدم اس چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس چیز سے اسے نفع یا نقصان ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ اگر ابن آدم اللہ کے علاوہ کسی اور چیز سے

نفع یا نقصان کا یقین نہ رکھ تو اللہ سے کسی اور چیز کے بالکل حوالے نہ کرے۔

(حیات الصحبۃ ۱۵۶/۳)

یقین کی کمزوری انسان کو ہمیشہ مصائب میں مبتلا کرتی ہے اور انسان انجانے خوف اور پریشانیوں کا شکار رہتا ہے۔ اس واقعہ سے بھی درس ملتا ہے۔

(قصہ ۲۰) ﴿خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں مجھے اس بات کا بہت شوق تھا کہ مجھے کسی طرح یہ پتہ چل جائے کہ مرنے کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ کیا ہوا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میں نے خواب میں ایک محل دیکھا میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن خطابؓ کا ہے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ محل سے باہر تشریف لائے۔ انہوں نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ ابھی عسل کر کے آئے ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ آپ نے فرمایا ”اگر میر ارب بخشے والا نہ ہوتا تو میری عزت خاک میں مل جاتی“ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ لوگوں سے جدا ہوئے مجھے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ میں نے کہا بارہ سال۔ فرمایا اب میں حساب سے چھوٹا ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء ۵۳/۱)

(قصہ ۲۱) ﴿حضرت ابن عمرؓ کا زہد﴾

حضرت عبداللہ بن موهب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا جاؤ اور لوگوں کے قاضی بن جاؤ۔ ان میں فضلہ کیا کرو۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا اے امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے اس سے معاف رکھیں گے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا نہیں۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ تم جا کر لوگوں کے قاضی ضرور بنو۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا آپ جلدی نہ کریں۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کی پناہ چاہی وہ بہت بڑی پناہ میں آگیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا میں قاضی بننے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تم قاضی کیوں نہیں بنتے؟ حالانکہ تمہارے والد تو قاضی تھے۔

حضرت ابن عمرؓ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنائے کہ جو قاضی بنا اور پھر نہ جانے کی وجہ سے غلط فیصلہ کر دیا تو وہ دوزخی ہے اور جو قاضی عالم ہو اور حق و انصاف کا فیصلہ کرے وہ بھی یہ چاہے گا کہ وہ اللہ کے ہاں جا کر بر ابر سر ابر پر چھوٹ جائے (ن انعام ملے اور نہ کوئی سزا لے گے) اب اس حدیث کے سنتے کے بعد بھی میں قاضی بننے کا خیال کر سکتا ہوں؟

امام احمد کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور ان سے فرمایا کہ تم کو تو معاف کر دیا لیکن تم کسی اور کو یہ بات نہ بتانا (ورنہ اگر سارے ہی انکار کرنے لگ گئے تو پھر مسلمانوں میں قاضی کون بنے گا؟ اور یہ اجتماعی ضرورت کیسے پوری ہوگی؟)

(حیات الصحابة (۸۶/۲)

(قصہ ۲۲) ﴿حضرت ابن عمرؓ کا اکرام کرتے ہیں﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اکرام کے لئے میری طرف ایک سکھی رکھ دیا جس میں بھور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ سکھی یوں میرے اور حضور ﷺ کے درمیان پڑا رہا۔

(حیات الصحابة (۵۶۱/۲)

(قصہ ۲۳) ﴿مجلس امیر کے آداب﴾

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آیا اور میں نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمن! (یہ حضرت عبداللہ بن عمر کی کنیت ہے) ہم اپنے ان امیروں کے پاس بیٹھتے ہیں اور وہ کوئی بات کہتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ (یہ بات غلط ہے اور) صحیح بات کچھ اور ہے۔ لیکن ہم ان کی بات کی تصدیق کر دیتے ہیں اور وہ لوگ ظلم کا فیصلہ کرتے ہیں اور ہم ان کو تقویت پہنچاتے ہیں اور ان کے اس فیصلے کو اچھا باتاتے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے! ہم تو حضور اکرمؓ کے زمانے میں اسے نفاق شمار کرتے تھے (کہ دل میں کچھ اور ہے اور زبان سے کچھ اور ظاہر کر رہا ہے) لیکن مجھے پتہ نہیں تم لوگ اسے کیا سمجھتے ہو؟ (یعنی امیر کے سامنے حق بات نہ کہہ سکے تو اس کے غلط کو بھی صحیح تونہ کہے)

(حیات الصحابة (۱۰۲/۲)

(قصہ ۲۲) ﴿نفاق کی ایک صورت﴾

حضرت مجاهد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا تو اس سے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تمہارا حضرت ابوانیس (ضحاک بن قیس) رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیسارویہ ہے؟ اس نے کہا جب ہم ان سے ملتے ہیں تو ہم ان کے سامنے وہ بات کہتے ہیں جو ان کو پسند ہو اور جب ان کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو پھر کچھ اور کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حضور ﷺ کے زمانے میں تو ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔ کنز العمال (۹۳/۱)

(قصہ ۲۵) ﴿حضرت عمرؓ کے آخری لمحات﴾

حضرت عرو بن میمون حضرت عمرؓ کی شہادت کا قصد ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کہا دیکھ مجھ پر کتنا قرض ہے؟ اس کا حساب لگاؤ۔ انہوں نے حساب کر کے بتایا چھایسی ہزار۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر عمرؓ کے خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لیکر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا۔ ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ ادا تر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ (میرے قبیلہ) قریش سے مانگنا۔ ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔ مزید فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو عمر بن خطابؓ اپنے دونوں ساتھیوں (حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ) کے ساتھ (جرہ مبارک میں) دفن ہونے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ عمر بن خطاب کہنا اور اس کے ساتھ امیر المؤمنین نہ کہنا۔ کیونکہ میں آج امیر المؤمنین نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گئے تودیکھا کوہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں سلام کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر بن خطابؓ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لئے نیت کی ہوئی تھی۔ لیکن میں آج حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔ (یعنی ان کو اجازت ہے) جب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ و اپس آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا تم کیا جواب لائے ہو؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (اسوقت) میرے نزدیک اس سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کو اٹھا کر (حضرت عائشہؓ کے دروازے کے سامنے) لے جانا پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمر بن خطابؓ (جگہ میں دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر وہ اجازت دیں تو مجھے اندر لے جانا (اور اس جگہ میں دفن کر دینا) اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے و اپس کر کے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔

جب حضرت عمرؓ کے جنازے کو اٹھایا گیا تو (سب کی چیزیں نکل گئی اور) ایسے لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے گھر پہنچ کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمر بن خطابؓ (اندر دفن ہونیکی) اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دفن ہونیکا شرف عطا فرمادیا۔

جب حضرت عمرؓ کے انقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا میں (ان چھاؤ دمیوں) کی اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امر خلافت کا حقدار نہیں پاتا ہوں کہ حضور ﷺ کا اس حال میں انقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے۔ یہ جسے بھی خلیفہ بنالیں وہی میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ پھر حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت علیہ، حضرت زیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعدؓ کے نام لئے۔ اگر خلافت حضرت سعدؓ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی خلافت سے) کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ کے لئے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت

میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ جب یہ چھ حضرات جمع ہوئے تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے اپنا اپنی رائے کو تین آدمیوں کے حوالے کر دو۔ چنانچہ حضرت زیرؓ نے اپنا اختیار حضرت علیؓ کو اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو اور حضرت سعدؓ نے حضرت عبد الرحمنؓ کو دے دیا۔ جب ان تینوں کو اختیار مل گیا تو ان تینوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور حضرت عبد الرحمنؓ نے کہا کیا تم اس بات پر ہو کر فیصلہ میرے حوالے کر دو اور میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ تم سب میں سے افضل آدمی کی اور مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ مفید شخص کی تلاش میں کمی نہیں کروں گا۔ دونوں حضرات نے کہا ہاں دونوں تیار ہیں۔ پھر حضرت عبد الرحمنؓ نے حضرت علیؓ سے تہائی میں بات کی اور کہا کہ آپ حضور پیغمبرؓ سے رشتہ داری کا شرف بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی۔ میں آپ کو اللہ قدم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو کیا آپ ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے؟ حضرت علیؓ نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبد الرحمنؓ نے حضرت عثمانؓ سے تہائی میں بات کی اور ان سے بھی یہی پوچھا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب میں کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبد الرحمنؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا اے عثمان! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عبد الرحمنؓ نے ان سے بیعت کی پھر حضرت علیؓ اور باقی لوگوں نے کی۔

(قصہ ۲۶) مصر کے سفر کا ایک واقعہ

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مصر میں میرے بھائی عبد الرحمنؓ نے اور ان کے ساتھ ابوسرہ و عقبہ بن حارث نے نبیذ پی (پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں کچھ دیر کھجوریں پڑی رہتی تھیں۔ جس سے وہ پانی میٹھا ہو جاتا تھا اسے نبیذ کہا جاتا تھا۔ زیادہ دیر پڑے رہنے سے اس میں نہ شہبھی پیدا ہو جاتا تھا) جس سے

انہیں نشہ ہو گیا۔ صحیح کو یہ دونوں مصر کے امیر حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا (سزادے کر) ہمیں پاک کر دیں کیونکہ ہم نے ایک مشروب پیا تھا جس سے ہمیں نشہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ تفرما تے ہیں مجھ سے میرے بھائی نے کہا مجھے نشہ ہو گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا گھر چلو میں تمہیں (سزادیکر) پاک کر دوں گا مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں حضرات حضرت عمرو کے پاس جا چکے ہیں پھر میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ امیر مصر کو یہ بات بتاچکے ہیں تو میں نے کہا تم گھر چلو میں تمہارا سر موٹوں گا تا کہ تمام لوگوں کے سامنے تمہارا سر نہ موٹا جائے۔ اس زمانے کا دستور یہ تھا کہ حد لگانے کے ساتھ سر بھی موٹا دیتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں گھر چلے گئے۔ میں نے اپنے بھائی کا سراپے ہاتھ سے موٹا پھر حضرت عمرو نے ان پر شراب کی حد لگائی حضرت عمرؓ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت عمرو کو خذل لکھا کہ عبد الرحمن کو میرے پاس بغیر کجا وہ کے اونٹ پر سوار کر کے بیچ دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچ تو انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور اپنایہا ہونے کی وجہ سے اسے سزادی پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ ایک مہینہ تو ٹھیک رہے۔ پھر تقدیر الہی غالب آگئی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا ہے۔ حالانکہ ان کا انتقال حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے سے نہیں ہوا (بلکہ طبعی موت مرے ہیں)

حیاتہ الصحابة (۱۳۲/۲)

(قصہ ۲۷) ﴿والد محترم کی معیت میں﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں مرض الوفات میں حضرت عمرؓ کا سر میری ران پر کھا ہوا تھا تو مجھ سے انہوں نے کہا میرا سر زمین پر رکھ دو میں نے کہا آپ کا سر میری ران پر رہے یا زمین پر۔ اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ فرمایا نہیں زمین پر رکھ دو چنانچہ میں نے زمین پر رکھ دیا تو فرمایا اگر میرے رب نے مجھ پر حرم نہ کیا تو میری بھی بلا کت ہے اور میری ماں کی بھی۔

حضرت مسیحؐ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو فرمایا اگر مجھے اتنا سونال جائے جس سے ساری زمین بھر جائے تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے ہی اس سے بچنے کے لئے وہ سارا سونا فدیہ میں دے دوں۔ حلیۃ الادیاء (۵۲/۱)

(قصہ ۲۸) دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا۔

حضرت محمد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب اپنے (مکہ والے) اس مکان کے پاس سے گزرتے جس سے بھرت کر کے (مدینہ) گئے تھے تو اپنی دونوں آنکھوں کو بند کر لیتے اور نہ اسے دیکھتے اور نہ کبھی اس میں بھرتے۔

حضرت محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت ابن عمرؓ حضور پیغمبرؐ کا ذکر کرتے تو روپڑتے اور جب بھی (اپنے مکہ والے) مکان کے پاس سے گزرتے تو اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیتے۔ حیات الصحابة (۲۸۲/۱)

دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا
جب بھی سرد ہوا چلی ہم نے تجھے یاد کیا

(قصہ ۲۹) حضرت ابن عمرؓ کی تواضع۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ جب میں سواری پر سوار ہوئے لگتا تو وہ میرے پاس آ کر میری رکاب پکڑ لیتے اور جب میں سوار ہو جاتا تو میرے کپڑے ٹھیک کر دیتے چنانچہ ایک مرتبہ وہ میرے پاس (ایسی کام کے لئے) آئے تو میں نے (ان کی شان کا لحاظ کرتے ہوئے) کچھ ناگواری کا اظہار کیا، انہوں نے فرمایا اے مجاہد تم بڑے تنگ اخلاق ہو۔ حلیۃ الادیاء (۲۸۵/۳)

(قصہ ۳۰) راہ و فا میں اہل دل.....

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں جب جگ بیامہ کے دن حضرت عبد اللہ بن مخمرؓ کے پاس آیا وہ زخموں سے نڈھاں ہو کر زمین پر پڑے ہوئے تھے میں ان

کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے کہا اے عبداللہ بن عمرؓ! کیا روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا لکڑی کی اس ڈھال میں پانی لے آؤ تاکہ میں اس سے روزہ کھول لوں۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں (پانی لینے) حوض پر گیا حوض پانی سے بھرا ہوا تھا۔ میرے پاس چڑے کی ایک ڈھال تھی میں نے اسے نکالا اور اس کے ذریعے حوض میں سے پانی لیکر (حضرت ابن مخرمؓ کی لکڑی والی ڈھال میں ڈالا) پھر وہ پانی لیکر میں حضرت ابن مخرمؓ کے پاس آیا، آ کر دیکھا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ (إِنَّ اللَّهَ وَإِنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) حیۃ الصالحة (۲۳۳/۱)

راہ و فا میں اہل دل سوچ سمجھ کے آئے ہیں
داغ گنیں تو کیوں گنیں رخم کریں شمار کیا
شوق سے تم کیا کرو فرق نیاز و ناز میں
ہم تو مگن ہیں عشق میں جیت کہاں کی ہا رکیا

(قصہ ۳۱) دستِ مصطفیٰؐ کا بوسہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے لڑنے کے لئے ایک جماعت بھیجی میں بھی اس میں تھا۔ کچھ لوگ میدان جنگ سے پیچھے ہیں۔ میں بھی ان میں والوں میں تھا (واپسی پر) ہم نے کہا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہم تو دشمن کے مقابلہ سے بھاگے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو لیکر واپس لوٹ رہے ہیں پہلے یہ ارادہ ہنا کہ ہم لوگ مدینہ جا کر رات گزار لیں گے (پھر اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے) پھر ہم نے کہا (نہیں) ہم سیدھے جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کر دیں گے اگر ہماری توبہ قبول ہو گئی تو ٹھیک ہے ورنہ ہم (مدینہ چھوڑ کر کہیں اور) چلے جائیں گے۔ ہم فجر کی نماز سے پہلے آپکی خدمت میں حاضر ہوئے (ہماری خبر ملنے پر) آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ لوگ کون ہیں؟ ہم نے کہا ہم تو میدان جنگ کے بھگوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم تو پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والوں میں سے ہو۔ میں تمہارا اور مسلمانوں

کام کرنے ہوں (تم میرے پاس آگئے ہو اس لئے تم بھگوڑے نہیں ہو) پھر ہم نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ کے دست مبارک کو چو ما۔ مسندر حاکم (۲۲/۳)

(قصہ ۳۲) جنگ یمامہ کا ایک واقعہ

حضرت جعفر بن عبد اللہ بن اسلم حمدانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت ابو عقیل ایغی رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے ان کو تیر کرند ہوں اور دل کے درمیان لگا تھا جو لوگ کریثیڑا ہو گیا جس سے شہید نہ ہوئے۔ پھر وہ تیر نکالا گیا اور ان کی بائیں جانب اس تیر کے لکنے کی وجہ سے کمزور ہو گئی تھی یہ شروع دن کی بات ہے پھر انہیں اٹھا کر ان کے خیے میں لا یا گیا۔ جب لڑائی گھسان کی ہونے لگی اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنی قیام گا ہوں سے بھی گزر گئے، اور ابو عقیل اپنے زخم کی وجہ سے کمزور پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ کی آواز سی وہ انصار کو بلند آواز سے لڑنے کے لئے ابھار رہے تھے کہ اللہ پر بھروسہ کرو اور اپنے دشمن پر دوبارہ حملہ کرو اور معن رضی اللہ عنہ لوگوں کے آگے آگے تیزی سے چل رہے تھے یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ انصار کہہ رہے تھے کہ ہم انصار کو دوسروں سے الگ کر دو۔ چنانچہ ایک ایک کر کے انصار ایک طرف جمع ہو گئے (اور مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جم کر لڑیں گے اور بہادری سے آگے بڑھیں گے اور دشمن پر جا کر حملہ کر دیں گے۔ اس سے تمام مسلمانوں کے قدم جم جائیں گے اور حوصلے بڑھ جائیں گے)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ انصار کے پاس جانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا اے ابو عقیل رضی اللہ عنہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ میں لڑنے کی طاقت تو ہے نہیں انہوں نے کہا کہ اس منادی نے میرا نام لے کر آواز لگائی ہے میں نے کہا وہ تو کہہ رہا ہے اے انصار! لڑنے کے لئے واپس آؤ وہ زخمیوں کو واپس بلانا نہیں چاہتا ہے (وہ تو ان لوگوں کو بلارہا ہے جو لڑنے کے قابل ہوں) حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا (کہ انہوں نے انصار کو بلایا ہے اور میں چاہے زخمی ہوں لیکن) میں بھی انصار میں

سے ہوں اس لئے میں ان کی پکار پر ضرور جاؤں گا چاہے مجھے گھنٹوں کے بل جانا پڑے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عقیلؓ نے اپنی کمر باندھی اور اپنے دامیں ہاتھ میں ننگی تکواری۔ اور پھر یہ اعلان کرنے لگے کہ اے انصار! جنگ دشمن کی طرح دشمن پر دوبارہ حملہ کرو۔ چنانچہ حضرات انصار جمع ہو گئے اللہ ان پر رحم فرمائے اور پھر مسلمانوں سے آگے آگے بڑی بہادری کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے یہاں تک کہ دشمن کو میدان جنگ چھوڑ کر باغ میں گھس جانے پر مجبور کر دیا۔ مسلمان اور دشمن ایک دوسرے میں گھس گئے اور ہمارے اور ان کے درمیان تکواریں چلنے لگیں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عقیلؓ کو دیکھا کہ ان کا ذمی ہاتھ کندھ سے کٹ کر زمین پر گرا ہوا تھا اور ان کے جسم میں چودہ زخم تھے جس میں سے ایک زخم جان لیا تھا اور اللہ کا دشمن مسیلمہ قتل ہو گیا۔ حضرت ابو عقیلؓ زمین پر ذمی ہاتھ پڑے ہوئے تھے اور ان کے آخری سانس تھے۔ میں نے جھک کر ان سے کہا۔ ابو عقیل! انہوں نے کہا لبیک حاضر ہوں اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پوچھا کہ فتح کس کو ہوئی ہے؟ میں نے کہا آپ کو خوشخبری ہو (کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے) اور میں نے بلند آواز سے کہا اللہ کا دشمن قتل ہو چکا ہے اس پر انہوں نے اللہ کی حمد بیان کرنے کے لئے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور انتقال فرمائے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مدینے واپس آنے کے بعد میں نے حضرت عمرؓ کو ان کی ساری کارگزاری سنائی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ ان پر رحم فرمائے وہ ہمیشہ شہادت مانگا کرتے تھے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ ہمارے نبی کریمؐ کے بہترین صحابہؐ میں سے تھے۔ اور شروع میں اسلام لائے تھے۔

شہادت ہی مطلوب و مقصودِ مومن

نہ مالی غنیمت نہ کشور کشائی

(قصہ ۳۳) گھنڈیاں کرتے کی

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے کرتے کی گھنڈیاں کھلی ہوئی کھلی ہوئی ہیں (نماز کے بعد) میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

”میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے“

(الترغیب والترہیب (۲۶/۱)

(قصہ ۳۴) حکم الہی کی اطاعت کا جذبہ

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ لئن تنا لو الی رحی تُنفقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (یعنی تم اس وقت نیکی (کے کمال) کو نیس پہنچ سکتے جب تک اپنا محبوب مال خرچ نہ کرو) والی آیت یاد آئی تو میں نے ان تمام چیزوں نہیں غور کیا جو اللہ نے مجھے دے رکھی تھیں (کہ ان میں سے کوئی چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری لگتی ہے) تو مجھے اپنی روی باندی مرجانہ سے کوئی چیز زیادہ پیاری نظر نہ آئی۔ اس لئے میں نے کہا یہ مرجانہ اللہ کے لئے آزاد ہے (آزاد کرنے کے بعد بھی دل میں اس سے تعلق باقی رہا جس کی وجہ سے میں یہ کہتا ہوں) کہ اللہ کو دینے کے بعد چیز کو واپس لینا لازم نہ آتا تو میں اس سے ضرور شادی کر لیتا۔

(قصہ ۳۵) محبوب ترین اموال کا صدقہ

ابونعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ جب انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز زیادہ پسند آنے لگتی تو فوراً اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور یوں اللہ کا قرب حاصل کر لیتے اور ان کے غلام بھی ان کی اس عادت شریفہ سے واقف ہو گئے تھے۔ چنانچہ بعض دفعہ ان کے بعض غلام نیک اعمال میں خوب زور دکھاتے اور ہر وقت مسجد میں اعمال میں لگے رہتے۔ جب حضرت ابن عمرؓ ان کو اس اچھی حالت پر دیکھتے تو ان کو آزاد کر دیتے۔ اس پر ان

کے ساتھی ان سے کہتے اے ابو عبد الرحمن اللہ کی قسم! یہ لوگ تو اس طرح آپ کو دھوکہ دے جاتے ہیں (انہیں مسجد سے اور مسجد والے اعمال سے دلی لگاؤ کوئی نہیں ہے صرف آپ کو دکھانے کے لئے یہ کرتے ہیں تاکہ آپ خوش ہو کر انہیں آزاد کر دیں) تو یہ جواب دیتے کہ ہمیں جو اللہ کے اعمال میں لگ کر دھوکہ دے گا ہم اللہ کے لئے اس سے دھوکہ کھا جائیں گے چنانچہ میں نے ایک دن شام کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک عمدہ اونٹ پر جا رہے ہیں جسے انہوں نے بہت زیادہ قیمت دے کر خریدا تھا۔ چلتے چلتے انہیں اس کی چال بڑی پسند آئی وہیں اونٹ کو بٹھایا اور اس سے یونچ اتر کر فرمایا اے نافع! اس کی نکیل نکال دو اور اس کا کجا وہ اتار دو اور اس پر جھوٹ ڈال دو اور اس کے کوہاں کی ایک طرف زخم کر دو (اس زمانے میں یہ زخم اس بات کی نشانی تھا کہ یہ جانور اللہ کے نام پر قربان کیا جائے گا) اور پھر اسے قربانی کے جانوروں میں شامل کر دو۔

ابو نعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ اپنی اونٹ پر جا رہے تھے کہ وہ اونٹی انہیں اچھی لگنے لگی تو فوراً اسے بٹھانے کے لئے) فرمایا اخ (اس زمانے میں اس آواز سے عرب اونٹ کو بٹھایا کرتے تھے) اور اسے بٹھا کر فرمایا اے نافع! اس سے کجا وہ اتارلو۔ میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے کجا وہ اتارنے کو جو فرمار ہے ہیں یا تو اپنی کوئی ضرورت اس کجا وہ سے پوری کرنا چاہتے ہیں یا آپ کو اس اونٹی کے بارے میں کوئی شک گزرا ہے (کہ کہیں اس کو کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے) چنانچہ میں نے اس سے کجا وہ اتار دیا تو مجھ سے فرمایا دیکھو اس پر جو سامان ہے کیا اس سے دوسری اونٹی خریدی جاسکتی ہے؟ یعنی اسے تو اللہ کے نام پر قربان کر دیا جائے کیونکہ یہ پسند آگئی ہے اور پسندیدہ مال اللہ کے نام پر قربان کر دینا چاہئے اور اس کے سامان کو بیج کر اس سے سفر کے لئے دوسری اونٹی خرید سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس اونٹی کو جھوٹ پہنائی اور اس کی گروں میں جوتے کا ہار ڈالا (یہ ہار بھی اس بات کی نشانی تھی کہ اس جانور کو حرم شریف میں لے جا کر قربان کیا جائے گا) اور اسے اپنی قربانی کے اونٹوں میں شامل کر دیا اور ان کو جب بھی اپنی کوئی چیز اچھی لگنے لگتی تو اسے فوراً آگے بھیج دیتے (یعنی

اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے تاکہ کل قیامت کو کام آئے) حیات اصحابہ (۲۱۰/۲)

﴿مال کا فتنہ﴾ (قصہ ۳۶)

ابو نعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا مستقل معمول یہ تھا کہ جب بھی انہیں اپنے مال سے کوئی چیز پسند آ جاتی تو فوراً اسے اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور اس کی ملکیت سے دستبردار ہو جاتے اور بعض مرتبہ ایک ہی مجلس میں تیس ہزار اللہ کے لئے دے دیتے اور دو مرتبہ ان کو ابن عامر نے تیس ہزار دینے تو انہوں نے (مجھ سے) فرمایا اے نافع! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ابن عامر کے درہم مجھے فتنہ میں بتلانہ کر دیں۔ آپؐ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ سفر اور رمضان شریف کے علاوہ بھی بھی پورے مہینے مسلسل گوشت نہیں کھاتے تھے۔ بعض دفعہ پورا مہینہ گزر جاتا اور گوشت کا ایک مکڑا بھی نہ پکھتے۔ طیہ الاولیاء (۲۹۳/۱)

﴿مچھلی کھانے کی خواہش﴾ (قصہ ۳۷)

حضرت سعید بن ابی ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جگہ مقام پر قیام فرمایا اور وہ بیمار بھی تھے انہوں نے کہا مچھلی کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے ان کے ساتھیوں نے بہت تلاش کیا۔ بس صرف ایک مچھلی ملی۔ ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبید نے اس مچھلی کو لیا اور اسے تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا۔ اتنے میں ایک مسکین ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اس مسکین سے کہا تم یہ مچھلی لے لو۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا سبحان اللہ! ہم نے آپؐ کی خاطر بڑی مشقت اٹھا کر یہ مچھلی خاص طور پر آپ کے لئے تیار کی ہے اس لئے (اسے تو آپ خود کھائیں) ہمارے پاس سامان سفر ہے اس میں سے اس مسکین کو دے دیں گے۔ انہوں نے اپنا نام لے کر کہا عبد اللہ کو یہ مچھلی بہت پسند آ رہی ہے۔ اس لئے اس مسکین کو بھی مچھلی دینی ہے۔

ابن سعد نے اس جیسی روایت ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ ان کی بیوی نے کہا ہم اس مسکین کو ایک درہم دے دیتے ہیں یہ درہم اس مچھلی سے زیادہ اس کے کام آئے گا، آپ یہ مچھلی

کھائیں اور اپنی چاہت پوری کریں۔ انہوں نے کہا میری چاہت وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔
حیات اصحابہ (۲۱۱/۲)

(قصہ ۳۸) سوانثیوں کا صدقہ

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی ایک زمین دو سوانثیوں کے بد لے میں پیچی پھر ان میں سے سوانثیاں اللہ کے راستے میں جانے والوں کو دے دیں اور ان کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ لوگ وادی قری سے گزرنے سے پہلے ان میں سے کوئی بھی اوثنی نہ پچیں۔
حیات الادیاء (۲۹۶/۱)

(قصہ ۳۹) انگور کا خوشہ

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیمار ہو گئے۔ ان کے لئے ایک درہم میں انگور کا ایک خوشہ خریدا گیا (جب وہ خوشہ ان کے سامنے رکھا گیا تو) اس وقت ایک مسکین نے آ کر سوال کیا۔ انہوں نے کہا یہ خوشہ اسے دے دو (گھر والوں نے یہ خوشہ اس مسکین کو دے دیا وہ لیکر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خرید لیا (کیونکہ بازار میں اس وقت انگور نایاب تھا اس لئے اس سے خریدا) اور حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس مسکین نے آ کر پھر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لیکر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا اور لاکر پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا اس مسکین نے پھر آ کر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لیکر چل دیا) پھر گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خرید لیا (اور لاکر ان کی خدمت میں پیش کر دیا) اس مسکین نے پھر واپس آ کر مانگئے کا ارادہ کیا تو گھر والوں نے اسے روک دیا لیکن اگر حضرت ابن عمرؓ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ خوشہ اس مسکین سے خریدا گیا ہے اور اسے سوال کرنے سے بھی روکا گیا ہے تو وہ اسے بالکل نہ چکھتے۔ حیات الادیاء (۲۹۷/۱)

(قصہ ۲۰) ﴿حضرت ابن عمرؓ کے روزے﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ روزانہ رات کو اپنے گھر والوں کو جمع کرتے اور سب ان کے بڑے بیالے میں سے کھاتے (کھانے کے دوران) بعض دفعہ وہ کسی مسکین کی آواز سنتے تو اپنے حصہ کا گوشت اور روٹی جا کر اسے دے دیتے جتنی دیر میں وہ مسکین کو دے کر واپس آتے اتنی دیر میں گھر والے بیالہ ختم کر چکے ہوتے۔ اگر بھی اس بیالہ میں کچھ مل جاتا تو ان کو بھی مل جاتا۔ پھر اسی حال میں حضرت ابن عمرؓ صبح روزہ رکھ لیتے۔

طبقات ابن سعد (۱۲۲/۳)

(قصہ ۲۱) ﴿اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ”اے لوگوں میں سے سب سے بہتر!“ یا یوں کہا ”اے لوگوں میں سے سب سے بہتر کے بیٹے!“ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”نہ تو میں لوگوں میں سے سب سے بہتر ہوں اور نہ سب سے بہتر کا بیٹا ہوں بلکہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں اللہ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں ، اللہ کی قسم! (بلا جہ تعریف کر کے) تم آدمی کے پیچے پڑ جاتے ہو اور پھر اسے ہلاک کر کے چھوڑتے ہو (کہ اس کے دل میں عجب و بڑائی پیدا ہو جاتی ہے)“ (حیات الصحابہ ۶۷۱/۲)

(قصہ ۲۲) ﴿تیمیوں کا خیال﴾

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ جب بھی دو پھر کا یارات کا کھانا کھاتے تو اپنے آس پاس کے تیمیوں کو بلا لیتے۔ ایک دن دو پھر کا کھانا کھانے لگے تو ایک تیم کو بلا نے کے لئے آدمی بھیجا لیکن وہ تیم مل انہیں (اس لئے تیم کے بغیر کھانا شروع

کر دیا) حضرت ابن عمرؓ کے لئے میٹھے ستو تیار کئے جاتے تھے جسے وہ کھانے کے بعد پیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ میتھم آگیا اور یہ حضرات کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں پینے کے لئے ستو (کاپیالہ) پکڑا ہوا تھا آپ نے وہ پیالہ اس میتھم کو دے دیا اور فرمایا یہ لو اور میرا خیال ہے تم نقصان میں نہیں رہے۔

حیاتۃ الصالحۃ (۲۳۶/۲)

(قصہ ۳۳) ۱۰۰ کھانا نہ کھانے کی انوکھی وجہ

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کی بیوی پر کچھ لوگ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں ناراض ہوئے اور ان سے کہا کہ کیا تم ان بڑے میاں پر ترس نہیں کھاتی ہو کہ یہ کمزور ہوتے جا رہے ہیں (انہیں کچھ کھلایا پلایا کرو) انہوں نے کہا میں ان کا کیا کروں؟ جب بھی ہم ان کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں تو وہ اور لوگوں کو بلا لیتے ہیں جو سارا کھانا کھا جاتے ہیں (یوں دوسروں کو کھلادیتے ہیں خود کھاتے نہیں) حضرت ابن عمرؓ جب مسجد سے نکلتے تو کچھ غریب لوگ ان کے راستے میں بیٹھ جاتے تھے (جن کو حضرت ابن عمرؓ ساتھ گھر لے آتے اور ان کو اپنے کھانے میں شریک کر لیتے) ان کی بیوی نے ان غریبوں کے پاس مستقل کھانا پلے سے بیچ دیا اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم یہ کھانا کھا لو اور چلے جاؤ اور حضرت ابن عمرؓ کے راستے میں نہ بیٹھو حضرت ابن عمرؓ مسجد سے گھر آگئے (انہیں راستے میں کوئی غریب بیٹھا ہوا نہ ملا) تو فرمایا فلاں اور فلاں کے پاس آدمی بھیجو (تاکہ وہ کھانے کے لئے آ جائیں آدمی ان کو بلا نے گئے۔ لیکن ان میں سے کوئی نہ آیا کیونکہ) ان کی بیوی نے ان غریبوں کو کھانے کے ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ اگر تمہیں حضرت ابن عمرؓ بلا میں تو مت آتا (جب کوئی نہ آیا) تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں آج رات کھانا نہ کھاؤں چنانچہ اس رات کھانا نہ کھایا۔

حلیۃ الاولیاء (۲۹۸/۱)

(قصہ ۲۲) نہ کوئی بندہ رہانہ کوئی بندہ نواز ﴿۱﴾

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے مالک (عبد اللہ بن عیاش بن ابی ریبعة المخزومی) نے کہا تم حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ سفر میں جاؤ اور ان کی خدمت کرو (چنانچہ ان کے ساتھ سفر میں گیا) وہ جب بھی کسی چشمہ پر پڑا وڈا لئے تو چشمہ والوں کو اپنے ساتھ کھانے کے لئے بلا تے اور ان کے بڑے بیٹے بھی ان کے پاس آ کر کھانا کھاتے (تو کھانا کم اور آدمی زیادہ ہو نیکی وجہ سے) ہر آدمی کو دو یا تین لقے ملتے تھے۔ چنانچہ مجھے مقام پر بھی ان کا قیام ہوا تو وہاں کے لوگ بھی (ان کے بلانے پر) کھانے کے لئے آ گئے۔ اتنے میں کالے رنگ کا ایک نیگا لڑکا بھی آ گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو بھی بلا یا اس نے کہا مجھے تو بیٹھنے کی جگہ نظر نہیں آ رہی ہے۔ یہ سب لوگ بہت مل کر بیٹھنے ہوئے ہیں حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی گلہ سے تھوڑا سا ہٹ گئے اور اس بچہ کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر بھالیا۔

حلیۃ الاولیاء (۱۱/۲) حیات اصحابہ (۲۳۸/۲)

ایک ہی صفحہ میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

(قصہ ۲۵) شرید کا پیالہ ﴿۲﴾

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو چلا۔ ان کے پاس بہت بڑا پیالہ تھا جس میں شرید تیار کیا جاتا تھا پھر ان کے بیٹے، ان کے ساتھی اور جو بھی وہاں آ جاتا وہ سب اکٹھے ہو کر اس پیالے میں سے کھاتے اور بعض دفعہ اتنے آدمی اکٹھے ہو جاتے کہ کچھ آدمیوں کو کھڑے ہو کر کھانا پڑتا۔ ان کے ساتھ ان کا ایک اونٹ تھا جس پر نیز (وہ پانی جس میں کھجور کچھ دریڈاں کر اسے میٹھا بنایا جائے) اور سادہ پانی سے بھرے ہوئے دمکنیزے ہوتے تھے کھانے کے بعد ہر آدمی کو ستوا اور نیز سے بھرا ہوا ایک پیالہ ملتا جس کے پینے سے خوب اچھی طرح پیٹ بھر جاتا۔

طبقات ابن سعد (۱۰۱/۲)

(قصہ ۲۶) ﴿ مسکینوں سے محبت ﴾

حضرت معن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ جب کھانا تیار کر لیتے اور ان کے پاس سے کوئی اچھی وضع قطع والا آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے نہ بلا تے لیکن ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے بلا لیتے اور جب کوئی غریب آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے بلا لیتے لیکن ان کے بیٹے اور بھتیجے اسے نہ بلا تے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے جو کھانا کھانا نہیں چاہتا اسے یہ لوگ بلا تے ہیں اور جو کھانا چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

طبقات ابن سعد (۱۰۹/۲)

(قصہ ۲۷) ﴿ حضرت ابن عمرؓ کی فرمانبرداری ﴾

حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابن میتب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے مہاجرین کو پانچ ہزار والوں میں اور انصار کو چار ہزار والوں میں لکھا اور مہاجرین کے جو بیٹے جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے۔ ان کو چار ہزار والوں میں لکھا ان میں حضرت عمر بن ابی سلمہ بن عبد الاسد مخزوی، حضرت اسامہ بن زید، حضرت محمد بن عبداللہ بن جگش اسدی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا حضرت ابن عمرؓ ان میں سے نہیں ہیں اور ان کے یہ یہ فضائل ہیں (یہ ان سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور یہ ان سے افضل ہیں لہذا ان کو ان سے زیادہ دیا جائے) حضرت ابن عمرؓ نے کہا اگر میرا حق بنتا ہے تو مجھے دیں ورنہ نہ دیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عوفؓ سے کہا ان عمرؓ کے کھانا کو پانچ ہزار والوں میں لکھ دو اور مجھے چار ہزار والوں میں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میرا مطلب نہیں تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اور تم دونوں پانچ ہزار والوں میں اکٹھنے ہیں ہو سکتے۔

حیات اصحابہ (۲۸۳/۲)

(قصہ ۲۸) ﴿ آخرت کا نفع ﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک مجلس میں میں ہزار سے زیادہ درہم آئے تو انہوں نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی وہ سب تقسیم کر دیئے اور مزید ان کے پاس جو پہلے سے تھے وہ بھی سب دے دیئے اور جو کچھ پاس تھا وہ سب ختم کر دیا اتنے میں ایک صاحب آئے جن کو دینے کا ان کا پرانا معمول تھا (اب اپنے پاس تو دینے کے لئے کچھ بچا ہی نہیں تھا اس لئے) جن کو دیا تھا ان میں سے ایک آدمی سے ادھار لیکر ان صاحب کو دیئے۔

حضرت میمون کہتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی کنجوں ہیں۔

یہ لوگ غلط کہتے ہیں اللہ کی قسم! جہاں خرچ کرنے سے (آخرت کا) نفع ہوتا ہے وہاں خرچ کرنے میں وہ بالکل کنجوں نہیں ہیں ہاں اپنے اوپر خرچ نہیں کرتے اور خواہ نخواہ نہیں دیتے۔

طبقات ابن سعد (۱۰۱/۳)

(قصہ ۲۹) ﴿ دس ہزار درہم کا صدقہ ﴾

حضرت ایوب بن واکل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو مجھے حضرت ابن عمرؓ کے ایک پڑوی نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس حضرت معاویہؓ کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار، اور ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار (کل دس ہزار) اور ایک جھار والی چادر آئی۔ پھر وہ بازار گئے اور اپنی سواری کے لئے ایک درہم کا چارہ ادھار خریدا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے (اس لئے میں بڑا ہیں) کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے اور یہ ایک درہم کا چارہ ادھار خرید رہے اس لئے) میں انکی باندی کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم مجھ سے بتانا۔ کیا حضرت ابو عبد الرحمن (یہ حضرت ابن عمرؓ کی کنیت ہے) کے پاس حضرت معاویہؓ کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار اور ایک چادر نہیں آئی ہے؟ اس

نے کہا ہاں آئی ہے میں نے کہا میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ ایک درہم کا چارہ ادھار خرید رہے تھے۔ (تو یہ کیا بات ہے؟ اتنے مال کے ہوتے ہوئے وہ ادھار کیوں خرید رہے تھے؟) اس باندی نے کہارات سونے سے پہلے ہی انہوں نے وہ دس ہزار تقسیم کر دیئے تھے اور پھر وہ چادر اپنی کمر پر ڈال کر باہر چلے گئے تھے اور وہ بھی کسی کو دے دی پھر گھر واپس آگئے چنانچہ میں نے (بازار میں جا کر) اعلان کیا اے تاجر وہ کی جماعت! تم اتنی دنیا کما کر کیا کرو گے؟ (حضرت ابن عمرؓ کی طرح دوسروں پر سارا مال خرچ کر دو) کل رات حضرت ابن عمرؓ کے پاس دس ہزار کھرے درہم آئے تھے وہ (انہوں نے رات ہی سارے خرچ کر دیئے اس لیے) آج اپنی سواری کے لئے وہ ایک درہم کا ادھار چارہ خرید رہے تھے۔

حکیہ الاولیاء (۲۹۶۱/۱)

(قصہ ۵۰) حضرت ابن عمرؓ اور اتباع رسول ﷺ

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں میدان عرفات میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا جب وہ قیام گاہ سے چلے تو میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ وہ امام حج کی جگہ پر پہنچ اور اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کی پھر انہوں نے جبل رحمت پر وقوف فرمایا۔ میں اور میرے ساتھی بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ (غروب کے بعد) جب امام عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا تو ہم بھی حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ وہاں سے چل پڑے۔ جب حضرت ابن عمرؓ ماز میں مقام سے پہلے ایک ٹنگ جگہ پہنچنے تو انہوں نے اپنی سواری بٹھائی تو ہم نے بھی اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ کے غلام نے جو سواری کو تھامے ہوئے تھا اس نے کہا انہیں یہ نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ انہیں یاد آگیا ہے کہ حضور ﷺ جب اس جگہ پہنچنے تھے تو آپ قضاۓ حاجت کے کے لئے رکے تھے اس لئے یہ بھی یہاں قضاۓ حاجت کرنا چاہتے ہیں۔

الترغیب والترہیب (۱/۲۷)

حضرت ابن عمرؓ مکہ اور مدینہ درمیان ایک درخت کے پاس جب پہنچتے تو اس کے پیچے دو پھر کو آرام فرماتے اور اس کی وجہ یہ بتاتے کہ حضور ﷺ نے اس درخت کے پیچے

دو پہر کو آرام فرمایا تھا۔
الترغیب والترحیب (۳۶/۱)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھے، چلتے چلتے جب وہ ایک جگہ کے پاس سے گزرے تو راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہوئے، ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ راستہ کیوں چھوڑ دیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہاں ایسے ہی کرتے دیکھا تھا اس لئے میں نے بھی ایسے ہی کیا۔
الترغیب والترحیب (۳۶/۱)

حضرت نافع رحمۃ اللہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ مکہ مکرمہ کے راستہ میں (سیدھا نہیں چلتے تھے بلکہ کبھی راستہ کے دائیں طرف) سواری کو موڑ لیا کرتے تھے (کبھی دائیں طرف) اور فرمایا کرتے تھے میں ایسا اس لئے کرتا ہوں تاکہ میری سواری کا پاؤں حضور ﷺ کی سواری کے پاؤں والی جگہ پر پڑ جائے۔ حدیۃ الاولیاء (۳۰۰/۱)

(قصہ ۱۵) ﴿حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے اونٹ﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو بیت المال کی چراغاں میں چھوڑ آیا جب وہ خوب موٹے ہو گئے تو میں انہیں (بیچنے کے لئے بازار) لے آیا تھے میں حضرت عمرؓ بھی بازار تشریف لے آئے اور انہیں موٹے موٹے اونٹ نظر آئے، انہوں نے پوچھا یہ اونٹ کس کے ہیں۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے ہیں، فرمانے لگے اے عبد اللہ بن عمر! واہ واہ! امیر المؤمنین کے بیٹے کے کیا کہنے! میں دوڑتا ہوا آیا اور میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اونٹ کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ اونٹ خریدے تھے اور بیت المال کی چراغاں میں چرخنے کے لئے بھیجے تھے (اب میں ان کو بازار لے آیا ہوں) تاکہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح انہیں بیچ کر نفع حاصل کروں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں بیت المال کی چراغاں میں لوگ ایک دوسرے کو کہتے ہو گئے امیر المؤمنین کے بیٹے کے اونٹوں کو چڑا دا اور امیر المؤمنین کے بیٹے کے اونٹوں کو پانی پلاو۔

(میر ایضاً ہو سنگی وجہ سے تمہارے اونٹوں کی زیادہ رعایت کی ہو گی اس لئے) اے عبد اللہ بن عمرؓ ان اونٹوں کو بچوادور تم نے جتنی رقم میں خریدے تھے وہ تو تم لے لو اور باقی زائد رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر ادو۔ (حیات الصحابة ۳۱۶/۲)

(قصہ ۵۲) ﴿مکاتب غلام﴾

حضرت میمون بن مهران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنایا (یعنی اسے فرمایا کہ اتنی رقم دے دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے) اور مال کی ادائیگی کی قطیں مقرر کر دیں جب پہلی قسط کی ادائیگی کا وقت آیا تو غلام وہ قسط لیکر ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا یہ مال تم نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ مزدوری کر کے کمایا ہے اور کچھ مانگ کر لایا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تم مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلانا چاہتے ہو؟ جاؤ تم اللہ کے لئے آزاد ہو اور مال جو تم لیکر آئے ہو وہ بھی تمہارا ہی ہے۔ (حیات الاولیاء ۳۰۱/۱)

(قصہ ۵۳) ﴿دنیا کی آلاتشوں سے اجتناب﴾

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہؓ نے حضرت عمر بن عاصؓ کو چپکے سے اس ٹوہ میں لگایا کہ وہ یہ پتہ چلا میں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے دل میں کیا ارادہ ہے؟ آیا وہ (یزید کی بیعت نہ کرنے اور خلیفہ بننے کے لئے) جنگ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عاصؓ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کہا۔ ابو عبد الرحمن (یہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی کنیت ہے) آپ رسول اللہؐ کے صحابی اور امیر المؤمنین (حضرت عمرؓ) کے صاحبزادے ہیں اور آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں آپ خلیفہ وقت کے خلاف کیوں نہیں اٹھ کھڑے ہوتے؟ اگر آپ ایسا کریں تو ہم آپ سے بیعت ہونے کو تیار ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا کیا آپ کی اس رائے سے تمام لوگوں کو اتفاق ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا

ہاں! تھوڑے سے آدمیوں کے علاوہ باقی سب متفق ہیں۔ حضرت ابن عمر نے کہا اگر سب مسلمان اس رائے سے اتفاق کر لیں لیکن ہر مقام کے تین آدمی اتفاق نہ کریں تو بھی مجھے اس خلافت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے حضرت عمرو بن عاص سمجھ گئے کہ ان کا جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ پھر حضرت عمرو بن عاص ﷺ نے پوچھا کیا آپ اس آدمی سے بیعت ہونے کے لئے تیار ہیں جس کی بیعت پر تمام لوگ اتفاق کرنے ہی والے ہیں؟ اور وہ آدمی آپ کے نام اتنی زمین اور اتنا مال لکھ دے گا کہ پھر آپ کو اور آپ کی اولاد کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔ حضرت ابن عمر ﷺ نے کہا آپ پر سخت حیرت ہے آپ میرے پاس سے تشریف لے جائیں اور آئندہ کبھی (اس کام کے لئے) میرے پاس نہ آئیں۔ آپ کا بھلا ہو۔ میرا دین آپ لوگوں کے دینار و درہم کی وجہ سے نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح سے جاؤں کہ میرا ہاتھ (دنیا کی آلاتشوں سے) بالکل پاک صاف ہو۔

طبقات ابن سعد (۱۲۱/۲)

(قصہ ۵۲) حضور ﷺ کی حضرت ابن عمرؓ کو نصیحت

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ باہر نکل۔ آپ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور زمین سے کھجوریں چن کر نوش فرمانے لگے اور مجھ سے فرمایا اے ابن عمرؓ! کیا ہو اتم نہیں کھاتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ان کھجوروں کے کھانے کو میرا دل نہیں چاہ رہا ہے حضور ﷺ نے فرمایا لیکن میرا دل تو چاہ رہا ہے اور یہ چوتھی صبح ہے جو میں نے کچھ نہیں کھایا۔ اگر میں چاہتا تو میں اپنے رب سے دعا کرتا، وہ مجھے کسری اور قیصر جیسا ملک دے دیتا اے ابن عمرؓ! تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب تم ایسے لوگوں میں رہ جاؤ گے جو ایک سال کی روزی ذخیرہ کر کے رکھیں گے اور یعنیں کمزور ہو جائے گا؟ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہم ابھی وہاں ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَكَائِنُ مِنْ ذَائِبَةٍ لَا تُحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِنَّا كُمْ
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.

(اعکبوت: ۲۰)

”اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے۔ اللہ ہی ان کو (مقدار) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے“

پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ دنیا جمع کرنے کا اور نہ خواہشات کے پیچھے چلنے کا حکم دیا۔ لہذا جو آدمی اس ارادے سے دنیا جمع کرتا ہے کہ باقیہ زندگی میں کام آئے گی تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ زندگی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (نہ معلوم کتنے دن باقی ہیں) غور سے سنو! میں دینار و درہم جمع نہیں کرتا اور نہ کل کے لئے کچھ بچا کر رکھتا ہوں۔

تفسیر ابن کثیر (۲۲۰/۳)

(قصہ ۵۵) ﴿حضرت ابن عمرؓ کا سالن﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں مگر میں اپنے دستِ خوان پر کھانا کھا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے۔ میں نے ان کے لئے صدر مجلس میں جگہ خالی کر دی (وہ وہاں بیٹھ گئے) پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک لقمہ لیا اور پھر دوسرا لیا پھر فرمایا مجھے اس سالن میں چکنائی محسوس ہو رہی ہے۔ جو کہ گوشت کی نہیں ہے بلکہ الگ سے ڈالی گئی ہے۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں آج بازار (دودرہم لیکر) گیا تھا میرا خیال تھا کہ میں عمدہ اور چربی والا گوشت خریدوں گا لیکن وہ مہنگا تھا اس لئے میں نے ایک درہم کا کمزور جانور کا گھٹایا اور ایک درہم کا بھی خرید کر اس میں ڈال دیا (میں نے اپنا خرچ نہیں بڑھایا) میں نے سوچا اس طرح میرے بیوی بچوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ہڈی تو مل جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا جب حضور ﷺ کے سامنے گوشت اور گھنی دوں آ جاتے تو ایک کونوں فرماتے اور دوسرے کو صدقہ کر دیتے (دونوں کونوں نہ فرماتے اس لئے میں بھی یہ سالن نہیں کھا سکتا اس میں گوشت بھی ہے اور بھی بھی) میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! اس وقت تو آپ یہ سالن کھالیں آئندہ جب بھی گوشت اور گھنی مجھے ملے گا میں بھی کروں گا (کہ ایک کو کھالوں گا اور دوسرے کو صدقہ

کر دوں گا۔ دونوں کو ملا کر ایک سالن نہیں بناؤں گا) حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اس سالن کو کھانے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں۔ (سنن ابن ماجہ)

صحابہ کرامؓ کی سادگی کا یہ عالم بھی ملاحظہ کیجئے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے روز مرہ کے حالات پر بھی نگاہ ڈالئے۔ ہماری اور ان حضرات کی زندگی کا واضح فرق عیاں ہو جائے گا۔ شاید ہی ہمارا کوئی کھانا ایسا ہوتا ہو جس میں وہ تمام چیزیں موجود نہ ہو جو قرن اول کے حضرات کے سامنے کھانے کے عیوب میں شمار ہوتی تھیں۔ روزی کی برکتوں سے محروم ہونے کا ایک بندیادی سبب یہ بھی ہے۔

(قصہ ۵۶) ﴿ دوسرے مسلمانوں کو اپنی ذات پر ترجیح ﴾

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس وقت کھانا کھاتے جب ساتھ کھانے والا کوئی اور بھی ہوتا اور جب کھاتے تو چاہے کھانا کتنا زیادہ ہوتا پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابن مطیع رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت کرنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا جسم بہت دبلا ہو چکا ہے، تو انہوں نے ان کی بیوی حضرت صفیہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا کیا تم ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتی؟ اگر تم ان کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کرو تو ہو سکتا ہے کہ یہ دبلا پن ختم ہو جائے اور کچھ تو جسم ان کا بن جائے اس لئے ان کے لئے عمدہ کھانا خاص طور سے اہتمام سے تیار کیا کرو۔ حضرت صفیہ نے کہا ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں لیکن یہ اپنے کھانے پر تمام گھر والوں کو اور (باہر کے) تمام حاضرین کو بلا لیتے ہیں (اور سارا کھانا دوسروں کو کھلادیتے ہیں خود بہت کم کھاتے ہیں) لہذا آپ ہی ان سے اس بارے میں بات کریں، لہذا اس پر حضرت ابن مطیع نے کہا اے عبدالرحمن! (یہ ان کی کنیت ہے) اگر آپ کچھ اچھا کھانا کھالیا کریں تو اس سے آپ کی جسمانی کمزوری دور ہو جائے گی، انہوں نے فرمایا مجھ پر آٹھ سال مسلسل ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا یا صرف ایک مرتبہ ہی پیٹ بھر کر کھایا ہو گا۔ اب تم چاہتے ہو کہ میں پیٹ بھر کر کھایا کروں جبکہ گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی باقی رہ گئی ہے۔

(قصہ ۵۷) شکم سیری سے اجتناب ﴿﴾

حضرت عمر بن حمزہ بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی گزر اور اس نے کہا آپ مجھے بتائیں کہ جس دن میں نے آپ کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جرف مقام پر بات کرتے ہوئے دیکھا تھا آپ نے ان کو کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا میں نے ان سے کہا تھا اے ابو عبد الرحمن! آپا جسم بہت دبلا ہو گیا ہے اور عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ آپکی مجلس میں بیٹھنے والے نہ آپ کا حق پہچانتے ہیں اور نہ آپ کا مقام۔ آپ یہاں سے گھر واپس جا کر اپنے گھر والوں سے کہیں کہ وہ آپ کے لئے خاص طور سے اچھا سا کھانا تیار کر دیا کریں۔ انہوں نے کہا تیرا بھلا ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے گیارہ سال سے بلکہ بارہ سال سے بلکہ تیرہ سال سے بلکہ چودہ سال سے ایک دفعہ بھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اب تو گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی ہے اب یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

حلیۃ الاولیاء (۲۹۸/۱)

شکم سیری انسان کو عملی زندگی میں مستعدی اور نشاط سے محروم کر دیتی ہے۔ اس حالت میں انسان کا جسم اور دماغ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ نیند کی زیادتی اور رطوبات کا بڑھ کر حافظہ کو کمزور کر دیتا۔ شکم سیری کے علکین نتائج میں سے ہیں۔ طبلہ کو خصوصی طور پر نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ ضرورت کے بعد رکھانا کھائیں اور جہاں تک ہو سکے بیمار خوری سے پرہیز کریں۔ اس طرح عملی زندگی میں نشاط حاصل کیا جاسکتا ہے جو کہ تعلیم و تعلم کے لئے بہت مفید ہے۔

(قصہ ۵۸) کھانا ہضم کرنے کی دوا ﴿﴾

حضرت عبداللہ بن عدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام تھے وہ عراق سے آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا میں آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جوارش ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا اس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے

چالیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا میں اس جوارش کا کیا کروں گا؟

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے کیا کہا میں آپ کے لئے جوارش تیار کروں؟ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ اس آدمی نے کہا اگر آپ کسی دن کھانا اتنا زیادہ کھالیں کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جائے اور پھر اس جوارش کو استعمال کر لیں تو اس سے اس کھانے کو ہضم کرنا آسان ہو جائے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے چار ماہ سے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اور یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مجھے کھانا ملتا نہیں ہے کھانا تو بہت ہے لیکن میں ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں جو ایک وقت پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور دوسرے وقت بھوکے رہتے تھے۔

(طبقات ابن سعد ۲/۱۱۰)

(قصہ ۵۹) **کھانے کی خواہش اور حضرت عمرؓ کی تنبیہ**

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے ہاں گئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ کے سامنے گوشت رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا میرا گوشت کھانے کو دل چاہتا ہوا لہذا میں لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارا جس چیز کو دل چاہے گا کیا تم اسے ضرور کھاؤ گے؟ آدمی کے فضول خرچ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو چیز کھانے کو اس کا دل چاہے وہ اسے ضرور کھائے۔

(حیات الصالحة ۲/۳۹۳)

(قصہ ۶۰) **ابن عمرؓ کی بیٹے کو نصیحت**

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ایک نوجوان بیٹے نے آپ سے لنگی مانگی اور کہا میری لنگی پھٹ گئی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا لنگی جہاں سے پھٹی ہے وہاں سے کاٹ دو اور باقی کوئی کرپہن لو۔ اس نوجوان کو یہ بات اچھی نہ لگی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس سے کہا تیرا بھلا ہو اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ بوجو اللہ تعالیٰ کے رزق کو اپنے پیٹوں میں اور اپنی پشتلوں پر ڈال

دیتے ہیں لیکن اپنا سارا مال کھانے اور لباس پر خرچ کر دیتے ہیں۔ حلیۃ الاولیاء (۳۰۱/۱)

(قصہ ۲۱) ﴿ابن عمرؓ کی حضور ﷺ سے محبت﴾

حضرت عبدالرحمن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس تھا ان کا پاؤں سو گیا۔ میں نے کہا ابوے عبدالرحمن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یہاں سے اس کا پھٹا کٹھا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا آپ کو جس سے زیادہ محبت ہے اس کا نام لے کر پکاریں (انشاء اللہ پاؤں ٹھیک ہو جائے گا) انہوں نے کہا اے محمدؐ! اور یہ کہتے ہی ان کا پاؤں ٹھیک ہو گیا اور انہوں نے اسے پھیلا لیا۔ طبقات ابن سعد (۱۵۳/۳)

(قصہ ۲۲) ﴿حضرت ابن عمرؓ کے بھپن کا ایک واقعہ﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو انہوں نے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتوں کو نقل کرنے والا کون ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ جمیل بن معمر تھی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ صبح کو ان کے پاس گئے۔ حضرت عبداللہؓ (بن عمر) فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت عمرؓ کے پیچھے پیچھے گیا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ میں پیچہ تو ضرور تھا لیکن جس چیز کو دیکھ لیتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے جمیل کے پاس جا کر اس سے کہا اے جمیل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمدؐ کے دین میں داخل ہو گیا ہوں؟ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ (یہن کر) جمیل نے حضرت عمرؓ کو کچھ جواب نہ دیا بلکہ کھڑے ہو کر اپنی چادر گھستیتے ہوئے جمل دیا۔ حضرت عمرؓ اس کے پیچھے جل دیئے اور میں حضرت عمرؓ کے پیچھے یہاں تک کہ جمیل نے مسجد (حرام) کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے پکار کر کہا اے جماعت قریش! غور سے سنو! خطاب کا بیٹا عمر بے دین ہو گیا ہے۔ قریش کعبہ کے ارڈگر داپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جمیل کے پیچھے سے کہا یہ غلط کہتا ہے میں تو مسلمان ہوا ہوں اور کلمہ شہادت: اَشْهَدُ أَنَّ لَا

اَللَّهُ اَلَا اللَّهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ پڑھا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ حضرت عمرؓ کی طرف چھپئے۔ وہ سب حضرت عمرؓ سے لڑتے رہے یہاں تک کہ سورج سروں پر آ گیا۔ اور حضرت عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے۔ اور سب مشرک حضرت عمرؓ کے سر پر کھڑے تھے اور حضرت عمرؓ فرمائے تھے کہ جو تمہارا دل چاہتا ہے کرو۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم (مسلمان) تین سو ہو گئے تو یا تو تم (مکہ) ہمارے لئے چھوڑ کر چلے جاؤ گے یا ہم تمہارے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں یوں ابھی ہو ہی رہا تھا کہ قریش کا ایک بوڑھا آدمی سامنے سے آیا جو یمنی چادر اور دھاری دار کرتا پہنے ہوئے تھا۔ وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے پوچھا تم لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا ہے۔ اس بوڑھے نے کہا ارے چھوڑو۔ ایک آدمی نے اپنے لئے ایک بات پسند کی ہے۔ تم اس سے کیا چاہتے ہو؟ تم سمجھتے ہو کہ قبیلہ بنو عدی اپنے آدمی (حضرت عمر) کو ایسے ہی تمہارے حوالے کر دیں گے؟ اس آدمی کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس بڑے میاں کے کہتے ہی وہ لوگ ایسے حضرت عمرؓ سے چھٹ گئے جیسے کہ ان کے اوپر سے کوئی چادر اتار لی گئی ہو جب میرے والد بھرت کر کے مدینہ چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا اباجان! جس دن آپ اسلام لائے تھے اور مکہ کے کافر آپ سے لڑ رہے تھے تو ایک آدمی نے آ کر ان لوگوں کو ڈانٹا تھا جس پر وہ لوگ سب آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ آدمی کون تھا؟ حضرت عمرؓ فرمایا اے میرے بیٹے! وہ عاص بن واکل سہی تھے۔ (حیاتہ الصحابة)

(قصہ ۶۳) حضرت ابن عمرؓ کا شوق جہاد

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا جنگ بدر کے دن مجھے حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا لیکن حضور ﷺ نے مجھے چھوٹا سمجھ کر قبول نہ فرمایا اس جیسی سخت رات کبھی نہیں آئی تھی۔ حضور ﷺ کے قول نہ فرمانے کی وجہ سے مجھے برا غم تھا اور میں ساری رات جاگتا رہا اور روتا رہا۔ اگلے سال پھر مجھے حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے مجھے قبول فرمایا

میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت عبداللہ ﷺ کی یہ بات سن کر ایک آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمن! جس دن دونوں فوجیں مقابلہ میں آئی تھیں (یعنی جنگ احمد کے دن) کیا اس دن آپ لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو معاف فرمادیا اس پر اللہ کا بڑا شکر ہے۔ (حیات الصحابة)

﴿اتباع سنت کا اہتمام﴾ (قصہ ۶۳)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمیں رخصت کرنے کے لئے ہمارے ساتھ گئے جب ہمیں رخصت کر کے واپس جانے لگے تو فرمایا آپ دونوں کو دینے کے لئے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں لیکن میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کسی چیز کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں اس لئے میں آپ لوگوں کے دین کو اور امانت کو اور آپ لوگوں کے اعمال کے خاتمے کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ (حیات الصحابة)

﴿فتح مکہ کے موقع پر.....!﴾ (قصہ ۶۵)

قریش اور اسلام کی فتح و شکست کا آخری معز کر فتح مکہ تھا، اس وقت ابن عمر رضی اللہ عنہمیں کی عمر ۲۰ سال کی تھی، پورے جوان ہو چکے تھے اور ایک سرفوش مجاہد کی حیثیت سے دوسرے مجاہدین کے دوش بدوش تھے، سامان جنگ میں ایک تیز رفتار گھوڑا اور ایک بھاری نیزہ تھا جسم پر ایک چھوٹی سی چادر تھی اور خود اپنے ہاتھ سے گھوڑے کے لئے گھاس کاٹ رہے تھے اس حالت میں آنحضرت ﷺ کی نظر پڑی تو تعریف کے لبجھ میں فرمایا کہ ”عبداللہ ہے عبداللہ“ فتح کے بعد خانہ کعبہ میں آنحضرت ﷺ کے پیچے پیچھے داخل ہوئے چنانچہ ان کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ اونٹ پر سوار مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوئے تھے اسامة بن زید رضی اللہ عنہم اس کے ساتھ سوار تھے، عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم اور بلاں رضی اللہ عنہم جلو میں تھے، خانہ کعبہ کے صحی میں اونٹ بٹھا کر کنجیاں منگائیں اور کعبہ کھول کر تینوں ایک ساتھ داخل ہوئے، ان لوگوں کے بعد سب سے پہلا داخل ہونے والا میں تھا۔ (حیات الصحابة)

(قصہ ۲۶) ﴿ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان ﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ہم رکاب ہوئے اور بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا اور حسن اتفاق یہ کہ یہ شرف اپنے پدر عالیٰ قدر سے پہلے حاصل کر لیا، اس کی صورت یہ پیش آئی کہ حدیبیہ کے دن حضرت عمرؓ نے عبداللہؓ کو ایک انصاری کے پاس گھوڑا لانے کے لئے بھیجا تھا کہ جہاد میں وہ اس پر سوار سکیں، عبداللہؓ باہر نکل تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ صحابہؓ سے بیعت لے رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے پہنچ کر پہلے خود بیعت کی اور اس کے بعد گھوڑا لیکر گئے اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی، انہوں نے بھی جا کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

(رواہ البخاری فی کتاب المغازی باب غزوۃ حدیبیۃ)

(قصہ ۲۷) ﴿ حضرت عمرؓ کی جانشینی ﴾

جب حضرت عمرؓ کا وقت آخر ہوا اور ابن عمرؓ کو اپنی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کسی کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا خیال نہیں رکھتے، جس سے ان کے خیال میں آئندہ مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا تو ڈرتے ڈرتے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا بیان ہے کہ میں یہ جرأت تو کر گیا مگر مارے خوف کے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اٹھا رہا ہوں میں پہنچا تو پہلے حضرت عمرؓ لوگوں کے حالات پوچھتے رہے، پھر میں نے جرأت کر کے عرض کی کہ میں لوگوں کی چہ میگوئیاں گوش گزار کرنے حاضر ہوا ہوں ان کا خیال ہے کہ آپؓ کسی کو اپنا جانشین منتخب نہ فرمائیں گے تو فرض کیجئے کہ وہ چہ وہا جو آپؓ کی بکریوں اور اونٹوں کو چرتا ہے، اگر گلہ کو چھوڑ کر آپؓ کے پاس چلا جائے تو اس کے ریوڑ کا کیا حشر ہوگا؟ ایسی حالت میں انسانوں کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے! حضرت عمرؓ نے اس معقول استدلال کو پسند کیا پھر کچھ سوچ کر بولے خدا خود اپنے گلہ کا نگہبان ہے، اگر میں کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کروں تو کوئی مصلحت نہیں کہ رسولؓ نے بھی نامزد نہیں فرمایا تھا اور اگر کر جاؤں تو بھی

کوئی حرج نہیں کہ ابو بکرؓ نامزد کر گئے تھے، ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ اور ابو بکرؓ کا نام لیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ آنحضرتؓ کے اسوہ حسنہ پر کسی کو ترجیح نہ دیں گے اور کسی کو اپنا جانشی خود نہ بنا جائیں گے، چنانچہ انہوں نے اپنے بعد اپنی جانشی کا مسئلہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے پرداز کر دیا جس میں متعدد اکابر صحابہ شامل تھے۔ (رواہ البخاری فی کتاب المغازی باب فتح مکہ)

(قصہ ۶۸) حضرت ابن عمرؓ کی وسعت علمی

تلادت قرآن کے ساتھ آپؐ کو غیر معمولی شغف تھا، اس کی سور و آیات پر فکر و تدبر میں عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ صرف کیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف بقرہ پر ۱۳ برس صرف کیے۔ اس غیر معمولی شغف نے آپؐ میں قرآن کی تفسیر و تاویل کا غیر معمولی ملکہ پیدا کر دیا تھا، فہم قرآن کا ملکہ آپؐ میں عغوان شباب ہی میں پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ اکابر صحابہؓ کے ساتھ آنحضرتؓ کی علمی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرتؓ کے گرد صحابہؓ کا مجمع تھا، ابن عمرؓ کی موجودت تھے، آنحضرتؓ نے قرآن پاک کی اس مثال:

الْمُتَرَكِفُ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلْمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةً طَيِّبَةً
أَصْلُهَا ثَابِثٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتَى أُكْلَهَا كَلَ حِينٌ
بِإِذْنِ رَبِّهَا.

”تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کی کیسی اچھی مثال دی ہے کہ وہ پاک درخت کے مثل ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان تک ہیں وہ اپنے خدا کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہے“ (ابراهیم: ۲۲-۲۵)

کے متعلق صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ وہ درخت کون سا ہے، جو مرد مسلم کی طرح سدا بہار ہے اس کے پتے کبھی فرزاں رسیدہ نہیں ہوتے اور ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے، اس سوال کے جواب میں تمام صحابہؓ حتیٰ کہ حضرت ابو بکر، عمرؓ تک خاموش رہے تو

آپؐ نے خود بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ اب عمرؓ پہلے ہی سمجھ چکے تھے، لیکن اکابر صحابہؓ کی خاموشی کی وجہ سے چپ رہے، جب حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے جواب کیوں نہ دیا تمہارا جواب دینا مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔

(رواہ البخاری فی کتاب التغیر سورۃ البراءۃ)

(قصہ ۲۹) ﴿نَسْخٌ وَمَنْسُوخٌ﴾ کے عالم

بعض اوقات آیات کے شان نزول اور ناسخ و منسوخ کی لاعلمی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہو جاتے تھے ابن عمرؓ اپنی فہم قرآنی سے اس قسم کے شکوک کا ازالہ کر دیتے، ایک شخص کو قرآن پاک کی اس آیت:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الْذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرُهُمْ بِعِذَابٍ أَلِيمٍ.

”جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے، ان کو عذاب الیم کی بشارت دیدو“

کے بارے میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ زکوٰۃ دینے کے بعد کیوں اتفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ ہے اور عدم اتفاق کی صورت میں عذاب الیم کی وعید کیوں ہے، اس نے ابن عمرؓ سے پوچھا، آپؐ نے بتایا کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو سونا چاندی جمع کر کے زکوٰۃ نہیں دیتا، وہ قابل افسوس ہے اور یہ آیت زکوٰۃ کی فرضیت کے نزول سے پہلے کی ہے، زکوٰۃ تو خود ہی مال کو ظاہر کر دیتی ہے۔

(رواہ البخاری (۱۸۸۱/۱))

(قصہ ۳۰) ﴿امیر کی اطاعت﴾

حدیث کی تلاش و جستجو نے ابن عمرؓ کو حدیث کا دریا بنا دیا تھا، جس سے ہزاروں لاکھوں مسلمان سیراب ہوئے ان کی ذات سے حدیث کا وفر حصہ اشاعت پذیر ہوا، حضرت ابن عمرؓ آنحضرت ﷺ کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اس میں آپؐ کا

مشغله صرف علم کی اشاعت تھا، اسی لئے آپ نے کوئی عہدہ قبول نہیں کیا کہ اس سے یہ مبارک سلسلہ منقطع ہو جاتا، مدینہ میں مستقل حلقہ درس تھا، اس کے علاوہ اشاعت کے لئے سب سے بہترین موقع حجج کا تھا، جس میں تمام اسلامی ملکوں کے مسلمان جمع ہوتے تھے، چنانچہ آپ اس موقع پر فتویٰ دیتے تھے، اس سے بہت جلد مشرق سے مغرب تک احادیث پھیل جاتی تھیں، لوگوں کے گھروں پر جا کر حدیث سناتے تھے، زید بن اسلم اپنے باب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ابن عمرؓ کے ساتھ عبداللہ بن مطیع کے یہاں گئے، عبداللہ بن مطیع نے خوش آمدید کہا اور ان کے لئے بچھونا بچھایا انہوں نے کہا میں اب وقت تھا رے یا اس صرف ایک حدیث سنانے کی غرض سے آیا ہوں رسول اللہؐ فرماتے تھے کہ جس شخص نے (امیر کی) اطاعت سے دست برداری کی وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مراوہ جاہلیت کی موت مرا۔

رواه حجر (۱۵۳/۲)

(قصہ ۱۷) ﴿حضرت ابن عمرؓ اور کثرت سلام﴾

حضرت طفیل بن ابی بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آیا کرتا تھا، وہ میرے ساتھ بازار جاتے جب ہم بازار جاتے تو حضرت ابن عمرؓ کا جس کباڑیے پر، بیچنے والے پر، جس مسکین پر غرض یہ کہ جس مسلمان پر گزر ہوتا اسے سلام کرتے۔

ایک دن میں ان کی خدمت میں گیا وہ مجھے اپنے ساتھ بازار لے گئے، میں نے کہا ”آپ بازار کس لئے آتے ہیں؟ نہ تو کسی بیچنے والے کے پاس رکتے ہیں اور نہ کسی سامان کے بارے میں پوچھتے ہیں اور نہ قیمت معلوم کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں پیشتے ہیں۔ آئیے یہاں، ہم بیٹھ جاتے ہیں پکھ دیریا تیں کرتے ہیں“ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا ”اے پیٹو! (میرا پیٹ بڑا تھا) ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آتے ہیں لہذا جو ملتا جائے اسے سلام کرتے جاؤ“۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم تو سلام کی وجہ بازار آئے ہیں لہذا جو ملے گا ہم اسے سلام کریں گے۔

حیات الصحاب (۲/۲۲۳)

(قصہ ۷۲) ﴿حضرت ابن عمرؓ کا انداز تعلیم﴾

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی تعلیم کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا، آپ کے ایک شاگرد علی بن عبد الرحمن کا بیان ہے کہ میں حالت نماز میں لکنکریوں سے کھیل رہا تھا، نماز تماں کرچکا تو ابن عمرؓ نے نوکا اور کہا جس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے، اس طریقہ سے پڑھا کرو، پھر خود ہی آپ نے مجھے نماز کا مکمل طریقہ سمجھایا۔

(موطا امام بالک، ج: ۲۵)

(قصہ ۷۳) ﴿فتوی دینے میں احتیاط﴾

ابن عمرؓ حدیث کی طرح فتاوی میں بھی بہت محتاط تھے جب تک کسی مسئلہ کے متعلق پورا یقین نہ ہوتا فتوی نہ دیتے، حافظ ابن عبد البر نے استیغاب میں لکھا ہے وہ اپنے فتاوی اور اعمال میں نہایت سخت محتاط تھے اور خوب سوچ سمجھ کر کہنے والے اور کرنے والے تھے۔ ایک اگر کوئی مسئلہ علم میں نہ ہوتا تو نہایت صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے۔ ایک مرتبہ کسی نے مسئلہ پوچھا آپ کو علم نہ تھا فرمایا ”مجھے نہیں معلوم“ اس کو ان کی صاف بیانی پر تعجب ہوا کہنے لگا ”ابن عمرؓ بھی خوب آدمی ہیں جو چیز معلوم نہ تھی اس سے صاف لاعلمی ظاہر کر دی“

عقبہ بن مسلم کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، فرمایا مجھ کو معلوم نہیں، تم میری پیٹھ کو جہنم کا پل بنانا چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو کہ ابن عمرؓ نے مجھ کو ایسا فتوی دیا تھا۔

ابن عباسؓ کو آپ کا یہ طرز عمل تعجب انگیز معلوم ہوتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ ”مجھ کو ابن عمرؓ پر تعجب آتا ہے کہ جس چیز میں ان کو ذرا بھی شک ہوتا ہے خاموش رہتے ہیں اور فتوی طلب کرنے والے کو لوٹا دیتے ہیں۔ اگر کبھی فتوی دینے کے بعد غلطی معلوم

ہوتی تو بلا پس و پیش پہلے فتوی سے رجوع کر لیتے اور مستفتی کو صحیح فتوی سے آگاہ کر دیتے۔ ایک مرتبہ عبد الرحمن بن ابی ہریرہؓ نے آلبی مردار کے متعلق استفتاء کیا کہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں آپ نے ناجائز بتایا بعد میں قرآن منگا کر دیکھا تو یہ حکم ملا، احل لكم صید البحر و طعامہ، چنانچہ انہوں نے عبد الرحمن کے پاس کہلا بھیجا کہ ”اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں“، دوسرے عالم مفتیوں کو بھی اپنی رائے و قیاس سے فتوی دینے سے منع فرماتے تھے حضرت جابرؓ بصرہ کے مفتی تھے۔ ابن عمرؓ ان سے ملے تو پہلی ہدایت یہ فرمائی کہ ”تم بصرہ کے مفتی ہو، لوگ تم سے فتوی طلب کرتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسولؓ کے بغیر فتوی نہ دیا کرو آپ کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے علاوہ کوئی تیسری قسم تھی، ہی نہیں۔“ اعلام الموقعن (۶۷۴)

(قصہ ۷۷) حضرت ابن عمرؓ کی خشیت و خوف خدا

خشیت الہی تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے، خشیت یہ ہے کہ خدا کے ذکر سے انسان کے قلب میں گداز پیدا ہو قرآن پاک میں صحابہؓ کی تعریف میں ہے، ”اَذَا دَكَرَ اللَّهُ وَجَلَّ قُلُوبُهُمْ“، یعنی جب ان کو جب خدا یاد آتا ہے تو ان کے دل حل جاتے ہیں، حضرت ابن عمرؓ میں یہ کیفیت بڑی نمایاں تھی چنانچہ وہ قرآن پاک کی یہ آیت:

(الْمِيَانُ لِلَّذِينَ اَمْنَوْا اَنْ تَخْشُعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ)

”کیا مسلمانوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد سے ان کے دل میں خشوع پیدا ہو،“

پڑھتے تھے تو ان پر بے اختیار رقت طاری ہوتی ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ تَلَوَتْ كَی، تو آپ اس قدر رونے کے داڑھی اور گریبان آنزوں سے تر ہو گئے اور پاس بیٹھنے والوں پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ بہ مشکل برداشت کر سکے، فتنہ کے زمانے میں جب ہر حوصلہ مندا اپنی خلافت کا خواب دیکھتا تھا این عمرؓ نے اپنے فضل و کمال، زہد و اتقاء لوگوں میں اپنی ہر لعزیزی اور مقبولیت

بلکہ اکثر وہ کی خواہش کے باوجود خدا کے خوف سے خلافت کے حصول سے اپنے دامن بچائے رکھا۔

نافعؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے نہ ایک دن ابن عمرؓ خانہ کعبہ میں سر سجود ہو کر کہہ رہے تھے کہ خدا یا تو خوب جانتا ہے کہ میں نے حصول دنیا میں قریش کی مزاحمت صرف تیرے خوف سے نہیں کی۔ اسد الغلبۃ (۲۲۹/۳)

(قصہ ۵۷) ﴿واقف ہوا گرلذت بیداری شب سے﴾

آپ بڑے عبادت گزار و شب زندہ دار تھے، اوقات کا بیشتر حصہ عبادت الہی میں صرف ہوتا، نافع روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ رات بھر نمازیں پڑھتے تھے صبح کے قریب مجھ سے پوچھتے کہ کیا صبح کی سفیدی نمودار ہو گئی ہے؟ اگر میں ہاں کہتا تو پھر طلوع سحر تک استغفار میں مشغول ہو جاتے اگر نہیں کہتا تو بدستور نماز میں مشغول رہتے۔ روزانہ کا معمول تھا کہ مسجد بنبوی سے دن چڑھے نکلتے بازار کی ضروریات پوری کرتے پھر نماز پڑھ کر گھر جاتے۔

محمد بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ رات بھر میں چار پانچ مرتبہ اٹھ کر نمازیں پڑھتے تھے۔

ابن سیرین کا بیان ہے کہ رات میں پورا قرآن ختم کر دیتے جو کسی سال نامہ نہیں ہوا حتیٰ کہ فتنہ کے زمانہ میں بھی جب مکہ بالکل غیر مامون حالت میں تھا، انہوں نے جو نہ چھوڑا، چنانچہ ابن زیرؓ اور حجاج کی جنگ کے زمانہ میں جب انہوں نے جو کا قصد کیا تو لوگوں نے روکا کہ یہ جو کام موقع نہیں، فرمایا اگر کسی نے روک دیا تو اسی طرح رک جاؤں گا، جس طرح آنحضرتؐ کو دشمنوں نے روکا تھا (صلح حدیبیہ کے زمانہ میں) تو آپ رک گئے اور اگر نہ روکا تو سعی و طواف پورا کروں گا، چنانچہ صرف اس لئے کہ آنحضرتؐ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کی نیت کی تھی، انہوں نے اس موقع پر عمرہ کی نیت کی کہ آنحضرتؐ کے اس واقعہ سے مشاہدہ ہو جائے وہ یوں بھی تمام مسائل کے

بڑے واقف کا رتھے اور بکثرت حج کئے تھے، اس لئے صحابہؓ کی جماعت میں مناسک حج کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے، معمولی سے معمولی عبادت بھی نہ چھوٹی تھی چنانچہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے، مسجد جاتے وقت نہایت آہستہ آہستہ چلتے کہ جتنے قدم زیادہ پڑھیں گے اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔ طبقات ابن سعد (۱۱۳/۲)

واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے

اوپنجی ہے شریا سے بھی یہ خاک پراسرار

(قصہ ۲۷) ۃ تیرے نقش پا کی تلاش میں ۷۷

حضرت ابن عمرؓ کی زندگی حیات نبویؓ کا عکس اور پرتو تھی لوگ کہا کرتے تھے کہ ابن عمرؓ کو پابندی سنت کا والہانہ جنون تھا، صرف عبادات ہی میں نہیں بلکہ آنحضرتؓ کے اتفاقی اور بستری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ حج کے لئے سفر میں نکلتے تھے تو آنحضرتؓ اس سفر میں جن مقامات پر اترتے تھے وہاں وہ بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضورؓ نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں یہ بھی پڑھتے تھے۔ حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جن راستوں سے آنحضرتؓ گزرا کرتے تھے، انتہایہ ہے کہ جس مقام پر حضورؓ نے کبھی طہارت کی تھی اس پر پہنچ کر وہ بھی طہارت کر لیا کرتے تھے، آنحضرتؓ مسجد قبائل میں سوار اور پیادہ دونوں طریقوں سے تشریف لے گئے تھے، حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا آنحضرتؓ زوال خلیفہ میں اتر کر نماز پڑھتے، ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے عام دعوت خصوصاً لیسہ قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمرؓ روزہ کی حالت میں بھی دعوت و لیسہ ردنہ کرتے تھے، اگرچہ اس حالت میں کھانے میں نہ شریک ہو سکتے تھے، مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے۔ آنحضرتؓ مکہ میں داخل ہونے کے قبل بھی میں تھوڑا سا سو لیتے تھے، حضرت ابن عمرؓ بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے عبادات کے علاوہ وضع قطع اور لباس وغیرہ میں بھی اسوہ نبویؓ کو پیش نظر رکھتے تھے، چنانچہ ارکان میں صرف رکن یہاں کو وہ چھوڑتے تھے تزویہ کے دن احرام کھولتے تھے رنگوں میں زور دنگ استعمال کرتے تھے چل

پہنچتے تھے، لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، فرمایا آنحضرت ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، غرض آنحضرت ﷺ کے وہ تمام حکمات و سکنات جو آپ نے بر سر بیل سنت کیے یا طبعاً صادر ہوئے، ابن عمر رضی اللہ عنہ ان سب کی اقتداء کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

سیر الحجۃ (۳۲۳/۳)

(قصہ ۷۷) ﴿رجل صالح کی سند﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی زہد و تقوی کا نمونہ تھی، لوگوں کا اس پر اتفاق تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں ان جیسے بہت سے لوگ تھے لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں بے نظر تھے، عام طور پر لوگوں میں آخر عمر میں جب قوی کا انحطاط ہوتا ہے تو زہد و تقوی کا میلان ہوتا ہے، لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر عغفوان شباب ہی میں زہد و درع کا نور چکلتا تھا اور جوانان قریش میں آپ کی ذات دنیا کی حرص و ہوس اور نفس کی خواہشوں پر سب سے زیادہ قابو کھنے والی ذات تھی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم میں سوائے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کوئی ایمان تھا جس کو دنیا وی دلفر پیوں نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو، ان کا دامن کبھی دنیا سے آلوہ نہیں ہوا۔

اس سے بڑھ کر ان کے زہد و تقوی کی کیا سند ہو سکتی تھی کہ خود زبان رسالت نے ان کو رجل صالح کی سند عطا کی اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نو عمری کے زمانہ میں اکثر مسجد میں سویا کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے دوزخ کے فرشتوں کو خواب میں دیکھا جا کر اپنی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عبد اللہ جو ان صالح ہے، اگر رات کو نماز (تہجد) پڑھے۔ اس کے بعد وہ اکثر نمازوں میں مشغول رہے اور آخر عمر تک یہی معمول رہا۔

ایک مرتبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ جو آنحضرت ﷺ کے ایسے اصحاب کو دیکھنا چاہتا ہو، جن میں آپ کے بعد بھی کوئی تغیر نہیں ہوا تو وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھے ان کے علاوہ ہم میں سے ہر شخص کو حادث زمانے نے کچھ نہ کچھ بدل دیا ہے۔

متدرک حاکم (۵۹۰/۳)

(قصہ ۷۸) ﴿ تو بچا بچا کے نہ رکھا سے ﴾

ایک مرتبہ جاج بن یوسف خطبہ دے رہا تھا، اس خطبہ میں اس نے حضرت عبداللہ بن زیرؓ پر الزام لگایا کہ انہوں نے (نحوذ باللہ) قرآن مجید میں تحریف کی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فوراً اس کی تردید کی اور فرمایا:

”تو جھوٹا بکتا ہے، نہ ابن زیر میں اتنی طاقت ہے نہ تھجھ میں یہ مجال ہے“

مجمع عام کے سامنے ان کی یہ ڈانت اس کو بہت ناگوار ہوئی۔ اس نے انتقام لینے کا

فیصلہ کر لیا اور اس کا یہی انتقام حضرت عبداللہ بن زیرؓ کی وفات کا ذریعہ بنا۔

تو بچا بچا کے نہ رکھا سے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ

جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

(طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عمرؓ)

(قصہ ۷۹) ﴿ حضرت ابن عمرؓ کی دعا ﴾

حضرت ابن عمرؓ کو بارہا ایسے موقع ملے کہ اگر آپ چاہتے تو دنیاوی جاہ و جلال اور شان و شوکت کے بلند سے بلند مرتبہ پر فائز ہو سکتے تھے، مگر انہوں نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے خلافت قبول کرنے کی خواہش کی اور اس پر خت اصرار کیا مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اور ان فتنوں میں پڑنا گوارانہ کیا اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ قابل ذکر ہے جس سے ان کی اصلی فطرت کا پتہ چلتا ہے۔

سفیان ثوریؓ امام شععیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زیر، مصعب بن زیر، عبد الملک بن مردان اور ابن عمرؓ چاروں آدمی خانہ کعبہ میں جمع تھے سب کی رائے ہوئی کہ ہر شخص رکن یہاںی کپڑ کر اپنی اپنی دلی تمناؤں کے لئے دعا مانگے، پہلے عبداللہ بن زیرؓ اٹھے اور دعا مانگی کہ خدا یا تو بڑا ہے اور تھجھ سے بڑی ہی چیز بھی مانگی جاتی ہیں اس لئے میں تھجھ کو تیرے عرش، تیرے حرم، تیرے نبی اور تیری ذاں کی حرمت کا واسطہ

دلا کر دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت زندہ رکھ جب تک کہ جہاڑ پر میری حکومت اور عام خلافت نہ تسلیم کر لی جائے۔ اس کے بعد مصعب بن زبیرؓ اٹھے اور کنیمانی پکڑ کر دعا مانگی کہ تو تمام چیزوں کا رب ہے، آخر میں سب کو تیری ہی طرف لوٹا ہے، میں تیری اس قدرت کا واسطہ دیکر جس کے قبضے میں تمام عالم ہے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ میں عراق کا والی نہ ہو جاؤں اور سیکنڈ میرے نکاح میں نہ آ جائے اس کے بعد عبد الملک نے کھڑے ہو کر دعا کی کہ اے زمین و آسمان کے خدا! میں تجھ سے ایسی چیزوں مانگتا ہوں جس کو تیرے اطاعت گذار بندوں نے تیرے حکم سے مانگا ہے، میں تجھ سے تیری ذات کی عظمت، تیری مخلوقات و بیت الحرم کے رہنے والوں کے حق کا واسطہ دیکر دعا مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھا، جب تک کہ مشرق و مغرب پر میری حکومت نہ ہو جائے اور اس میں جو شخص رخنہ اندازی کرے اس کا سرنہ قلم کر دوں، جب یہ لوگ دعا مانگ چکے تو وہ بادہ حق کا سرشار اٹھا جس کے نزدیک دنیا وی رونقیں سراب سے زیادہ نہ تھیں اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ ”تو رحمٰن و رحیم ہے، میں تیری اس رحمت کا واسطہ دیکر دعا کرتا ہوں جو تیرے غضب پر غالب ہے کہ تو مجھے آخرت میں رسوانہ کر اور اس عالم میں مجھے جنت عطا فرمَا“

سیر الصحبۃ (۳/۳۷) بحوالہ ابن علکان (۱/۲۲۲)

(قصہ ۸۰) ﴿بہترین نمونہ!﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

﴿اذا ضربتم فی الارض فليس عليکم جناح﴾

(النساء: ۱۰۱)

”اور جب تم زمین میں سفر کرو سوتھ کو اس میں کوئی گناہ نہ ہو گا کہ تم

نماز کو کم کر داگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پر بیشان کریں گے“

(اب اللہ تعالیٰ نے نماز قصر کرنے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ کافروں کے ستانے کا ڈر ہو اور) یہاں منہ میں اس وقت ہم لوگ بڑے امن سے ہیں کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں

ہے تو کیا یہاں بھی ہم نماز کو قصر کریں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
 ”حضور ﷺ تمہارے لئے قبل تقلید نمونہ ہیں (لہذا جب انہوں
 نے منی میں دور کعت نماز پڑھی ہے تو تم بھی دور کعت ہی پڑھو)“
 حیاۃ الصحابة (۳۸۱/۲)

(قصہ ۸۱) ﴿مشتبہات سے اجتناب﴾

حضرت عبداللہ ﷺ شدت ورع کی بنا پر ہمیشہ مشتبہ چیزوں سے پرہیز فرماتے
 تھے، مروان نے اپنے زمانے میں میل کے نشان کے پتھر نصب کرائے تھے، ابن عمر ﷺ
 ادھر رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے کہ اس میں پتھر کی پرستش کا شانہ بہے ہے اس طرح حضرت
 ابن عمر ﷺ اور دوسرے صحابہؓ ہمیشہ عہد رسالت اور اس کے بعد خلفاءؓ اربعہؓ
 کے وقت تک کھیتوں کا لگان لیا کرتے تھے، لیکن ایک مرتبہ رافع بن خدیعؓ نے بیان کیا
 کہ آنحضرت ﷺ نے کھیتوں کے کرایے سے منع کیا ہے، حضرت ابن عمر ﷺ نے سناؤ
 جا کر ان سے تصدیق چاہی رافعؓ نے کہا کہ حضور ﷺ نے ایسا حکم دیا ہوگا، مگر مخفی
 اس احتمال کی بنا پر لگان لینا چھوڑ دیا کہ شاید بعد میں اگر چہ ان کو اس کا یقین نہ تھا کہ
 آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمادی ہو اور مجھے علم نہ ہوا ہو۔
 لکڑی اور خربوزہ صرف اس وجہ سے نہ کھاتے تھے کہ اس میں گندی چیزوں کی کھاد دی
 جاتی ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے کھجور کا سرکہ ہدیہ بھیجا، پوچھا کیا چیز ہے معلوم ہوا کھجور کا سرکہ ہے،
 انہوں نے اس خیال سے پکھوادیا کہ کہیں اس میں نشہ پیدا ہو گیا ہو۔
 اگرچہ غنا کا مسئلہ مختلف فیہ ہے تاہم احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا
 جائے چنانچہ جب اپنے صاحبزادے کو گنگتاتے ہوئے سنتے تو تسبیح فرماتے۔

سیر الصحابة (۳۸-۳۷/۳)

(قصہ ۸۲) ﴿ صدقہ کا غلام ﴾

اگر کسی چیز میں صدقہ کا شانہ بھی ہوتا تو اس کو استعمال نہ کرتے، ایک دن بازار گئے وہاں ایک دودھاری بکری بک رہی تھی، اپنے غلام سے کہا لے لو، اس نے اپنے دام سے خرید لی، آپ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے، اس لئے افطار کے وقت اس بکری کا دودھ پیش کیا گیا، فرمایا کہ یہ دودھ بکری کا ہے اور بکری غلام کی خریدی ہوئی ہے اور غلام صدقہ کا ہے اس لئے اس کو لے جاؤ، مجھ کو اس کی حاجت نہیں ہے۔

طبقات ابن سعد (۱۱۸/۲)

(قصہ ۸۳) ﴿ پھولدار فرش سے نفرت ﴾

ایک مرتبہ کہیں دعوت میں تشریف لے گئے، وہاں پھولدار فرش بچھا ہوا تھا، کھانا چنا گیا تو پہلے ہاتھ بڑھایا، پھر کھجی لیا اور فرمایا کہ دعوت قبول کرنا حق ہے، مگر میں روزہ سے ہوں یہ عذر پھولدار فرش کی وجہ سے تھا۔

طبقات ابن سعد (۱۲۷/۳)

(قصہ ۸۴) ﴿ نقش وزگار سے اجتناب ﴾

ایک مرتبہ احرام کی حالت میں سردی معلوم ہوئی فرمایا مجھ کو چادر اوڑھا۔ چنانچہ آپ چادر اوڑھ کر آرام فرمایا ہوئے، آنکھ کھلی تو چادر کی نجاف اور پھول یوں نظر پڑی جو ابر شم سے کڑھے ہوئے تھے، فرمایا اگر اس میں یہ چیز نہ ہوتی تو استعمال میں کوئی مضاائقہ نہ تھا۔

(الا صائبۃ تذکرہ ابن عمر)

(قصہ ۸۵) ﴿ محبوب اموال کا صدقہ ﴾

صدقہ و خیرات کے میدان حضرت ابن عمرؓ کا نام نہیاں جیشیت کا حامل تھا، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ایک ایک نشست میں میں ہزار تقسیم کر دیتے، دو دو تین تین ہزار کی رقمیں تو عموماً خیرات کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ یکششت ۳۰ ہزار کی رقم خدا کی راہ

میں لگادی، قرآن پاک میں نیکوکاری کے لئے محبوب چیز خدا کی راہ میں دینے کی شرط ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُفْقِدُوا مِمَّا تُحِبُّونَ.

”تم اس وقت تک نیکی کے کمال کو نہیں پاسکتے جب تک اپنے محبوب اموال اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرو“

حضرت ابن عمرؓ اس آیت کی عملی تفسیر تھے، آپ ہمیشہ اپنی پسندیدہ چیزوں کو راہ خدا میں دے دیتے تھے، چنانچہ جو غلام آپ کو پسند ہوتا اس کو راہ خدا میں آزاد کر دیتے اور آپ کی نظر میں وہ غلام پسندیدہ ہوتا، جو عبادت گزار ہوتا، غلام اس راز کو سمجھ گئے تھے، اس لئے وہ مسجدوں کے ہور ہتے، حضرت ابن عمرؓ ان کے ذوق عبادت کو دیکھ کر خوش ہوتے اور آزاد کر دیتے آپ کے احباب مشورہ دیتے کہ یہ لوگ صرف آزادی حاصل کرنے کے لئے اتنا تقویٰ دکھاتے ہیں اور آپ کو دھوک دیتے ہیں، آپ فرماتے ”من خدعتا بالله خد عناله“ جو شخص ہم کو خدا کے ذریعے سے دھوکہ دیتا ہے ہم اس کا دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

آپ کو ایک لوٹی بہت محبوب تھی، اس کو راہ خدا میں آزاد کر کے اپنے ایک غلام کے ساتھ بیاہ دیا اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اڑ کے کو آپ چوتے اور فرماتے کہ اس سے کسی کی خوبیوں آتی ہے اسی طریقہ سے ایک دوسری من پسند لوٹی کو آزاد کر دیا اور فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُفْقِدُوا مِمَّا تُحِبُّونَ آپ اس کثرت سے غلام آزاد کرتے تھے کہ آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہو گئی تھی ایک مرتبہ انہوں نے نہایت عمدہ اونٹ خرید اور سوار ہو کر نج کو چلے اتفاق سے اس کی چال بہت پسند آئی فوراً اترے اور حکم دیا کہ سامان اتار لو اور اس کو قربانی کے جانوروں میں داخل کر دو۔ سیر الصحاۃ (۳۹/۳)

(قصہ) محتاجوں کی اعانت

مسکین نوازی آپ کا نامیاں وصف تھا، خود بھوکے رہتے لیکن مسکینوں کی شکم سیری کرتے عموماً بغیر مسکین کے کھانا نہ کھاتے تھے آپ کی اہلیہ آپ کی غیر معمولی فیاضی سے بہت نالاں رہتی

قصہ اور شکایت کیا کرتی تھیں کہ جو کھانا میں ان کے لئے پکاتی ہوں وہ کسی مسکین کو بلا کر کھلا دیتے ہیں کہ فقراء اس کو سمجھ گئے تھے اس لئے مسجد کے سامنے آپ کی گذرگاہ پر آ کر بیٹھتے تھے، جب آپ مسجد سے نکلتے تو ان کو اپنے ساتھ گھر لے آتے، یہوی نے عاجز ہو کر ایک مرتبہ کھانا فقراء کے گھروں میں بھجوادیا اور کھلا بھیجا کہ راستہ میں نہ بیٹھا کریں اور اگر وہ بلا کیں تو بھی نہ آئیں ابن عمرؓ مسجد سے واپس ہو کر حسب معمول گھر آگئے اور غصہ میں حکم دیا کہ فلاں فلاں محتاجوں کو کھانا بھجوادو، کیا تم چاہتی ہو کہ میں رات فاقہ میں بسر کروں چنانچہ یہوی کے اس طرز عمل پر رات کو کھانا نہ کھایا۔ طبقات ابن سعد (۱۳۲/۳)

(قصہ ۸۷) ﴿حضرت ابن عمرؓ کی فیاضی و سیر چشمی﴾

اگر دستر خوان پر کسی فقیر کی صدا کانوں میں پہنچ جاتی تو اپنے حصہ کا کھانا اس کو اٹھوا دیتے اور خود روزہ سے دن گزار دیتے ایک مرتبہ مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی آپ کی یہوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی ابھی دستر خوان چنا ہی گیا تھا کہ ایک فقیر نے صد اگلی فرمایا فقیر کو دے دو، یہوی کو عذر ہوا، پھر دوبارہ فرمایا کہ نہیں دیدو مچھلی کو یہی پسند ہے، لیکن چونکہ یہوی نے آپ کی فرمائش سے پکائی تھی، اس کے لئے اس کو نہ دیا، اور کھانے کے عوض نقدی فقیر کو دیکر واپس کیا تب آپ نے تناول فرمایا۔

ایک مرتبہ بیمار پڑے کھانے کے لئے انگور کے چند دانے خریدے گئے ایک سائل آیا حکم دیا انگور دیدو، لوگوں نے عرض کیا آپ اس کو کھا بیجھے اس کو دوسرے دیدیے جائیں گے فرمایا نہیں یہی دیدو، مجبوراً وہی دینے پڑے اور دیکر پھر اس سے خریدے گئے، آپ کا یہ سلوک ان ہی لوگوں کے ساتھ تھا جو درحقیقت اس کے مستحق ہوتے تھے، چنانچہ جب دستر خوان پر بیٹھے کوئی خوش پوش اور خوشحال دکھائی پڑتا تو نہ بلاتے، لیکن آپ کے بھائی اور لڑکے وغیرہ اس کو بھائیتے اور اگر کوئی خستہ حال اور مسکین نظر آتا تو اس کو فوراً بلاتے اور فرماتے یہ لوگ شکم سیر اشخاص کو بلا تے ہیں اور جو بھوکے اور کھانے کے حاجت مند ہوتے ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(قصہ ۸۸) ﴿ مہمانی، تین دن ہوتی ہے ﴾

نقراہ و مساکین کے علاوہ آپ کے ہم چشم اور ہم رتبہ اشخاص پر بھی آپ کا ابر کرم برستا تھا، اگر کبھی بھولے سے کوئی چیز کسی کے پاس چلی جاتی تو پھر اس کو واپس نہ لیتے تھے، عطا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابن عمرؓ نے مجھ سے دو ہزار درہم قرض لیے، جب ادا کیے تو دو سو زیادہ آئے میں نے واپس کرنا چاہا تو کہا تمہیں لے لو، اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک اور رقم کسی سے قرض لی جب واپس کی تو مقرض کے درہم سے زیادہ کھرے درہم ادا کئے، قرض خواہ نے کہا یہ درہم میرے درہموں سے زیادہ کھرے ہیں فرمایا عمدہ ایسا کیا تھا، آپ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تیس ہزار درہم ایک وقت تقسیم کر دیتے، تقسیم ہو جانے کے بعد جو لوگ آئے ان کو ان لوگوں سے قرض لیکر دیئے، جن کو پہلے دے چکے تھے، اقامت کی حالت میں بھی اکثر روزہ رکھتے تھے، لیکن اگر کوئی مہمان آ جاتا تو افطار کرتے کہ مہمان کی موجودگی میں روزہ رکھنا فیاضی سے بعید ہے، اصول یہ ہے جہاں مہمان جائے ۳ دن کی منسون مہمانی کے بعد اپنا سامان خود کرے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب مکہ جاتے تو عبداللہ بن خالد کے گھر ٹھہرتے تھے، لیکن ۳ دن کے بعد اپنی جملہ ضروریات بازار سے پوری کرتے تھے۔ سیر الصحابة (۳۱/۳) بحوالہ طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عمرؓ

(قصہ ۸۹) ﴿ باپ کے احباب سے صلحہ رحمی ﴾

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہیں جا رہے تھے، راستہ میں ایک اعرابی ملا، حضرت ابن عمرؓ نے سلام کیا اور سواری کا گدھا اور سر کا عمامہ اتار کر اس کو دے دیا۔ ابن دینار ساتھ تھے، یہ فیاضی دیکھ کر بولے خدا آپ کو صلاحیت دے یہ اعرابی تو معمولی چیزوں سے خوش ہو جاتے ہیں یعنی اتنی فیاضی کی ضرورت نہ تھی فرمایا ان کے والد میرے والد کے دوست تھے، میں نے آنحضرتؐ سے سنائے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے احباب کے ساتھ صلحہ رحمی ہے۔ سیر الصحابة (۳۱/۳)

(قصہ ۹۰) ﴿ اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے ﴾

اس فیاضی کے ساتھ حد درج بے نیاز اور زاہد واقع ہوئے تھے، کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا لوگ خدمت بھی کرنا چاہتے تو آپ قول نہ کرتے، عبدالعزیز بن ہارون نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا کہ آپ اپنی ضروریات کی اطلاع مجھ کو دیا کریں ان کو جواب میں لکھا کہ جن کی پرورش تھا رے ذمہ ہے ان کی امداد کرو اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر کے ہاتھ سے مراد دینے والا اور نیچے کے مراد سے لینے والا ہے۔

(سیر الصحابة (۳۱/۳)

(قصہ ۹۱) ﴿ اہل بیت سے محبت ﴾

آنحضرت ﷺ کی محبت ان کا سرمایہ حیات اور جان حزیں کی تسلیم کا باعث تھی، آپ کی وفات کے بعد ایسے شکنہ دل ہوئے کہ اس کے بعد نہ کوئی مکان بنایا اور نہ باغ لگایا، وفات نبوی ﷺ کے بعد جب آپ کا ذکر آتا تو بے اختیار روپڑتے، جب سفر سے لوٹتے تو روپڑ نبوی ﷺ پر حاضر ہو کر سلام کہتے ذات نبوی ﷺ کے ساتھ اس شیفگلی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ آل اطہار سے بھی وہی تعلق تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے چھر کے خون کا کفارہ پوچھا، آپ نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا عربی، فرمایا لوگو! ذرا اس کو دیکھنا شخص مجھ سے چھر کے خون کا کفارہ پوچھتا ہے، حالانکہ ان لوگوں نے نبی کے جگر گوشہ کو شہید کیا ہے جن کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ یہ دونوں میرے باغ دنیا کے دو پھول ہیں۔

(رواه البخاری (۸۸۶/۲)

(قصہ ۹۲) ﴿ حضور ﷺ کے منسوبات سے محبت ﴾

حضرت ابن عمرؓ کی محبت آل اطہارؓ کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ جس چیز کو بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی قسم کی نسبت ہوتی اس سے آپ کو وہی شغف تھا، آنحضرت ﷺ کبھی ایک درخت کے نیچے اترے تھے، ابن عمرؓ ہمیشہ اس کو پانی

دیتے تھے کہ خشک نہ ہو جائے مدینۃ الرسول ﷺ سے اس درجہ محبت تھی کہ تنگی کی حالت میں بھی وہاں سے نکلا گوارا نہ تھا، ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے تنگ حالی کی شکایت کی اور مدینہ سے جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کو سمجھایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کرے گا قیامت میں میں اس کا شفع ہوں گا۔

مند احمد بن حنبل (۱۱۳/۲)

آج ہم بھی حضور ﷺ کی محبت کی دعویدار ہیں۔ لیکن ہمارے دعوے مخصوص زبان تک محدود ہیں ہمارے اعمال حضور ﷺ کی محبت سے خالی نظر آتے ہیں۔ حضور ﷺ سے محبت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ آپ کے افعال و اقوال کی بیرونی کی جائے۔ کیونکہ محبت، محبوب کی اتباع کا تقاضا کرتی ہے۔

تعصی الاله و انت تزعم حبه

هذا محال فی القياس بدیع

لو کان حبک صادقا لاطعه

ان المحب لمن يحب يطبع

”تو اللہ کی محبت کا گمان کرتا ہے اور اس کی نافرمانی بھی کرتا۔ یہ بات

تو بالکل ناممکن ہے اگر تو اپنی محبت میں سچا ہوتا تو اللہ کی اطاعت کرتا

کیونکہ محبت کرنے والا ہمیشہ محبوب کا مطیع اور فرمائیں بردار ہوتا ہے۔“

رسول ﷺ سے صحابہ کرام ﷺ کی محبت حقیقی تھی جس میں اتباع و اطاعت کا پہلو سب سے زیادہ نمایاں تھا۔

(قصہ ۹۳) ﴿ چرچا بادشا ہوں میں تیری بے نیازی کا ﴾

حق گوئی و بے با کی ہمیشہ سے علماء اسلاف کا شعار ہی ہے۔ اہل حق نے کبھی باطل کی غلامی قبول نہ کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی انہی مجاہدین اسلام میں سے تھے۔ آپ بنی امیہ کے جابر انہ طرز عمل پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے، حاجج کے مظالم سے دنیاۓ

اسلام نگ آ گئی تھی مگر کسی کو دم مارنے کی بجائے تھی لیکن حضرت ابن عمرؓ کے خوف و خطرت بات اس کے منہ پر کہدیتے ایک مرتبہ حاج خطبہ دے رہا تھا حضرت ابن عمرؓ کے بھی تھے آپ نے فرمایا یہ خدا کا دشمن ہے اس نے حرم الہی کو رسوا کیا بیت اللہ کو تباہ کیا اور اولیاء اللہ کو قتل کیا، ایک مرتبہ حاج نے دوران خطبہ کہا کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے کلام اللہ میں تغیر و تبدل کیا ہے، حضرت ابن عمرؓ نے غصباں کہ تو جھوٹ بتتا ہے نہ ابن زبیرؓ میں اتنی طاقت ہے اور نہ تیری یہ بجائے ہے۔

مرض الموت میں جب حاج عیادت کو آیا اور انجان بن کر کہا کاش زخمی کرنیوالے کا مجھ کو علم ہو جاتا تو بگز کر کہا کہ وہ تمہارا نیزہ تھا، حاج نے پوچھا یہ کیسے فرمایا تم نے ایام حج میں لوگوں کو سلیکیا اور حرم محترم میں ہتھیاروں کو داخل کیا پھر پوچھتے ہو کس نے زخمی کیا۔

ایک مرتبہ حاج مسجد میں خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا کہ عصر کا وقت آخر ہو گیا آپ نے آواز دی کہ نماز کا وقت جارہا ہے تقریباً ختم کرو اس نے نسنا دوبارہ پھر کہا اس مرتبہ بھی اس نے خیال نہ کیا تیری مرتبہ پھر کہا تین مرتبہ کہنے کے بعد حاضرین سے فرمایا اگر میں اٹھ جاؤں تو تم بھی اٹھ جاؤں گے لوگوں نے کہا ہاں چنانچہ یہ کہہ کر کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو نماز کی ضرورت نہیں ہے اٹھ گئے اس کے بعد حاج منبر سے اتر آیا اور نماز پڑھی اور ابن عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا کہا کہ تم لوگ نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں اس لئے جب نماز کا وقت آجائے، اس وقت فوراً تم کو نماز پڑھنی چاہئے نماز کے بعد جس قدر تمہارا دل چاہے تقریر کرتے رہا کرو۔

طبقات ابن سعد (۱/۱۷۶)

(قصہ ۹۲) ﴿ حقوق انسانیت کا احترام ﴾

اسلام نے ان تمام امتیازات کو جن سے ایک انسان کی تحریر اور دوسرے کی بے جا عظمت ظاہر ہو مٹا دیا، ابن عمرؓ اس مساوات کا عملی نمونہ تھے وہ ان تمام امتیازات کو جن سے مساوات میں فرق آتا ہوا پسند فرماتے تھے، چنانچہ جہاں لوگ آپ کی تظمیم کے لئے کھڑے ہوتے وہاں نہ بیٹھتے اپنے غلاموں کو بھی مساوات کا درجہ دیدیا تھا اور ان کو عزت

نفس کی تعلیم دیتے تھے، عام دستور تھا کہ غلام تحریر میں پہلے آقا کا نام لکھتا، پھر اپنا انہوں نے اپنے غلاموں کو ہدایت کر دی کہ جب مجھے کو خط لکھو تو پہلے اپنا نام لکھو، غلاموں کو دستر خوان پر ساتھ بھاتے، ایک مرتبہ دستر خوان بچھا ہوا تھا، ادھر سے کسی کا غلام گذر اتواس کو بھی بلا کر ساتھ بھایا، غلاموں کے کھانے پینے کا خیال بال بچوں کی طرح رکھتے تھے، ایک مرتبہ ان لوگوں کے کھانے میں تاخیر ہو گئی، خانہ میں سے پوچھا غلاموں کو کھانا کھلادیا، اس نے فتنی میں جواب دیا بہم ہو کر فرمایا جاؤ ابھی کھلادو انسان کے لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ اپنے غلاموں کے خور دنوں کا خیال نہ رکھے غلاموں کو نہ کبھی برا بھلا کہتے تھے اور نہ کبھی ان کو مار پیٹ کرتے تھے اگر کبھی غصہ کی حالت میں ایسا کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو اس کو کفارہ کے طور پر آزاد کر دیتے۔

سالم کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی کسی غلام کو لعنت ملامت نہیں کی ایک مرتبہ غصہ میں اس کہنے پائے تھے کہ زبان روک لی اور فرمایا ”میں ایسی بات زبان سے نکال رہا ہوں، جو نہ کافی چاہیے“ ایک مرتبہ ایک غلام کو کسی بات پر مار بیٹھے، مارنے کے بعد اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کو آزاد کر دیا۔ (رواه مسلم (۱۱۵/۲))

(قصہ ۹۵) ﴿ابن عمرؓ کے اخلاق کریمانہ﴾

اس مسادات کا دوسرا اپہلوا انسار و تواضع ہے، جب تک یہ صفت نہ ہوگی اس وقت تک مسادات کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا، ابن عمرؓ میں یہ صفات بھی بدرجہ اتم موجود تھیں، اپنی تعریف سننا خود پرستی کا پہلا زینہ ہے، ابن عمرؓ اپنی تعریف سننا سخت ناپسند کرتے تھے، ایک شخص ان کی تعریف کر رہا تھا، انہوں نے اس کے منہ میں مٹی جبوک دی اور کہا آنحضرتؓ نے فرمایا ہے کہ مذاہوں کے منہ میں خاک ڈالا کرو، اپنے لئے معمولی انسانوں سے زیادہ شرف گوارانہ کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا تم سب سطہ ہو تم وسط ہو فرمایا سیجان اللہ سب سطہ بنی اسرائیل تھے اور امت وسط پوری امت محمدی ہے، ہم تو مضر کے درمیانی لوگ ہیں، اس سے زیادہ اگر کوئی رتبہ دیتا ہے تو جھوٹا ہے، بلا امتیاز ہر کس دن اس کو

سلام کرتے بلکہ اسی ارادہ سے گھر سے نکلتے تھے۔ طفیل بن کعب جو روزانہ صبح و شام ان کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ ابن عمر رض میں مذکور ہے: بلا امتیاز تا جر مسکین اور خستہ حال سب کو سلام کرتے تھے، ایک دن میں نے ان سے پوچھا آپ بازار کیوں جاتے ہیں حالانکہ نہ خرید و فروخت کرتے ہیں، نہ کسی جگہ بیٹھتے ہیں، فرمایا صرف لوگوں کو سلام کرنیکی غرض سے۔ اتفاق سے اگر کسی کو سلام کرنا بھول جاتے تو پلٹ کر سلام کرتے، تواضع کا ایک مظہر حلم بھی ہے، ابن عمر رض تخلیق سے تخلیق باتیں سن کر پی جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو پیغمبر ﷺ کا لیاں دینی شروع کیں، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں اور میرے بھائی عالی نسب ہیں، پھر خاموش ہو گئے۔ الاصابة (۱۰۸/۳)

طوفان سے کھلے ہیں تو موجود میں پلے ہیں
تب گوہر شہوار کے سانچے میں ڈھلے ہیں
ہر بزم درختان رہی تاباں رہی ہم سے
ہر بزم میں ہم شمع کی صورت سے جلے ہیں

(قصہ ۹۶) ﴿لُوگوں کی حضرت ابن عمرؓ سے محبت﴾
 اس مساوات، تواضع اور حلم کا یہ نتیجہ تھا کہ عام طور پر لوگوں میں آپؐ کو محبویت حاصل تھی، مجاہد کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابن عمرؓ کے ساتھ نکلا، لوگ بکثرت ان کو سلام کر رہے تھے، انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگ مجھ سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ اگر جاندی سونے کے عوض بھی محبت خریدنا جا ہوں تو اس سے زیادہ نہیں مل سکتی۔

طبقات ابن سعد (١٢٣/٣)

﴿قصہ ۹﴾ ﴿اہل مدینہ کی دعوت﴾

حضرت ابن عمر رض کے ہاں دعوت وغیرہ میں عام طور پر معمول سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن ابن عمر رض کا دسترخوان اس دن بھی تکلفات سے خالی ہوتا تھا، آپ کے نامہ منافع کا بیان سے کہ ایک دن ایک اونٹی ذبح کی اور مجھ سے کہا میں والوں کو مدد و کر

آؤ، میں نے عرض کیا کس چیز کی دعوت دیتے ہیں، روٹی تک تو ہے نہیں، فرمایا بس خدا تم کو
بچنے کو شکست موجود ہے شور بہ موجود ہے، جس کا دل چاہے گا، کھائے گا، جس کا دل نہ چاہے گا
نہ کھائے گا۔

سیر الصحبۃ (۳/۲۷) بحوالہ طبقات ابن سعد

(قصہ ۹۸) ﴿خط لکھنے کا مسنون طریقہ﴾

آنحضرت ﷺ کے وقت سے خط لکھنے کا یہ طریقہ تھا کہ کاتب اسم اللہ کے بعد اپنام
لکھتا پھر مکتب الیہ کا نام لکھتا کہ ”منجائب فلاں الی فلاں“ ہے۔ لیکن خلفائے بنو امیہ نے
جہاں اور بدعات رانج کیں وہاں اس طریقہ کو بھی بدل دیا اور اظہار ترقع کے لئے یہ طریقہ
رانج کیا کہ خط میں پہلے خلیفہ کا نام لکھا جائے، پھر بھینے والا اپنام تحریر کرے۔ ابن عمرؓ ﷺ
کی خود دو اری اس کو گوارا نہیں کر سکتی تھی، اس لئے انہوں نے جو بیعت نام لکھا اس میں اسی
سابق طریقہ پر ”من عبد اللہ بن عمر الی عبد اللہ بن مروان“ لکھا۔ اس تحریر کو دیکھ کر درباریوں
نے کہا کہ ابن عمرؓ ﷺ نے حضور سے پہلے اپنا نام لکھا ہے۔ عبد الملک نے کہا کہ ابو
عبد الرحمنؓ کی ذات سے اتنا بھی بہت غنیمت ہے۔

سیر الصحبۃ (۳/۲۵)

(قصہ ۹۹) ﴿ابن عمرؓ کی اپنے بیٹے سے ناراضگی﴾

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ﷺ نے حضور ﷺ کا یہ قول نقل کیا:

”لَا تَمْنَعُوا امَاءَ اللَّهِ عَنِ الْمَسَاجِدِ“

”عورتوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو“

یہ ارشاد سن کر حضرت عبد اللہؓ ﷺ کے ایک صاحبزادہ (جن کا نام ”بلال بن عبد اللہ“ ہے) نے عرض کیا ”ہم تو اجازت نہیں دے سکتے“ (کیونکہ وہ اس کو آئندہ چل کر آزادی اور فساد و آوارگی کا بہانہ بنالیں گی) صاحبزادہ کی اس جرات پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ﷺ بہت ناراض ہوئے اور انہیں بہت برا بھلا کہا اور فرمایا ”میں حضور ﷺ کا ارشاد سناؤں اور تو کہے کہ اجازت نہیں دے سکتے“ اس کے بعد اس صاحبزادے سے ہمیشہ کے لئے بولنا
چھوڑ دیا اور پھر کہیں اس سے بات نہیں کی۔

(رواہ مسلم و ابو داؤد و ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان سے حقوق شریعت اور حدود الہیہ کی حفاظت یا کسی غلطی پر تنبیہ کرنے کے لئے قطع تعلق اختیار کی جائے تو شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ یہ عمل حضور ﷺ کے اس حکم کے ذیل میں نہیں آتا:

”لایحل لمسلم ان یہجور اخاه فوق ثلات“

”کسی مسلمان کے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ

چھوڑے رکھے“

(رواہ الترمذی)

اگر دنیاوی مقاصد یا نفسانی جذبات کی وجہ سے کسی مسلمان سے قطع تعلقی کرے تو یہ جائز نہیں ہے۔

مسجد میں عورتوں کی نماز کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی بھی مختلف آراء رہی ہیں۔

بعض حضرات تو حضور ﷺ کے مذکورہ ارشاد کی وجہ سے اس کی اجازت دیتے تھے لیکن بہت سے اکابر صحابہ کا سلک یہ تھا کہ فساد بڑھ جانے کے بسباب اب عورتوں کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر حضور ﷺ اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھ لیتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمادیتے۔

حالانکہ حضرت عائشہؓ کا زمانہ حضور ﷺ کے زمانہ کے زیادہ بعد کا نہیں ہے۔

حضرت عائشہؓ کا قصہ مشہور ہے کہ ان کے کئی نکاح ہوئے جن میں سے

حضرت عمرؓ سے بھی ہوا وہ مسجد میں تشریف لے جاتی تھیں اور حضرت عمرؓ کو گراں ہوتا تھا۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ کا یہ عمل حضرت عمرؓ کو پسند نہیں ہے۔

انہوں نے کہا اگر ان کو پسند نہیں تو روک دیں۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت زیرؓ سے نکاح ہوا۔ ان کو بھی یہ چیز گراں تھی لیکن حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے روکنے کی ہمت بھی نہ تھی۔ پس ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے لئے جس راستے سے جاتی تھیں وہاں بیٹھ گئے۔ جب پاس سے گزریں تو ان کو چھیڑا۔ خاوند ہونے کی حیثیت سے ان

کے لئے تو جائز تھا لیکن حضرت عائشہؓ کو اندھیرے کی وجہ سے معلوم نہ ہو سکا کہ کون ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جانا چھوڑ دیا۔ حضرت زیرؓ نے پوچھا مسجد میں

جانا کیوں چھوڑ دیا؟ کہنے لگیں اب زمانہ نہیں رہا۔

(قصہ ۱۰۰) ﴿حضرت ابن عمرؓ کی فراست و حاضر جوابی﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے پوچھا:
”نماز میں مقیم کی نماز کا بھی ذکر ہے اور خوف کی نماز کا بھی لیکن کہیں بھی مسافر کی نماز کا ذکر نہیں ہے؟“

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا: ”برادرزادہ اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا۔ ہم لوگ انجان تھے کچھ نہیں جانتے تھے، لیکن جو ہم نے ان کو کرتے دیکھا وہ کریں گے“

حضرت ابن عمرؓ کے اس کلام کا منشاء یہ تھا کہ ہر مسئلہ کا صراحتہ قرآن مجید میں ہونا ضروری نہیں۔ عمل کے لئے حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہو جانا کافی ہے۔

(نضائل اعمال، ص: ۱۲۱)

(قصہ ۱۰۱) ﴿حضرت ابن عمرؓ کے معمولات یومیہ﴾

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی مجلس مسجد نبوی میں صبح سے چاشت تک مستقل طور پر منعقد ہوتی تھی جس میں آپ قبلہ رخ بیٹھ کر حدیث بیان کرتے تھے، ان کے غلام و ترجمان حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

انه کان یجلس فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم حین یرتفع الضحی و یصلی ثم ینطلق الی السوق فیقضی حوائجه ثم یحبی الی اهله فیبدأ لمسجد فیصلی رکعتین ثم یدخل بیته.

”ابن عمرؓ (مسجد نبوی میں چاشت کے وقت بیٹھتے تھے۔

اس وقت نماز چاشت نہیں پڑھتے تھے (بلکہ درس دیتے تھے) پھر اٹھ کر بازار جاتے اور اپنی ضروریات پوری کر کے واپسی پر مسجد

نبوی پھیلے میں آ کر دور رکعت نماز پڑھتے اس کے بعد اپنے مکان میں داخل ہوتے تھے۔

حضرت نافع نے اس موقع پر اپنادیاں پیر بائیں پر رکھ کر بتایا کہ اب عمر ﷺ اپنی مجلس درس میں عام طور سے اس طرح بیٹھا کرتے تھے۔

خیر القرآن کی درس گائیں، حصہ: ۲۰۰، بحوالہ طبقات ابن سعد (۱۳۷/۳)

﴿شاغردوں کی اصلاح کا اہتمام﴾ (قصہ ۱۰۲)

محمد بن ابراہیم تکمیلی کہتے ہیں کہ میں ایام جوانی میں مسجد نبوی میں پڑا رہتا تھا اور جس طرف آل عمر بن الخطاب رض کے مسجد میں آنے کا راستہ تھا وہیں نماز پڑھتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ عبداللہ بن عمر رض سورج ڈھلنے کے بعد گھر سے نکل کر مسجد میں آتے تھے اور بارہ رکعت نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک دن میں ان کے پاس گیا، انہوں نے مجھ سے پوچھا ”تم کون ہو؟“ میں نے اپنا سب بیان کیا تو فرمایا ”تمہارے دادا مہاجرین جسھے میں سے تھے، یہ سن کر حاضرین محل میری تعریف و توصیف کرنے لگے تو ابن عمر رض نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔

(آخر القرآن کی درس گاہیں، ص: ۲۰۰، جو العالم تاریخ کبیر ج فہم اس (۳۳)۔)

(قصہ ۱۰۳) حضرت ابن مسعود رض سے تعلق خاطر

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی:

ما كان نبي الله حواريون يهتدون بهديه

”ہر بُنی کے ایسے ساتھی ہوتے ہیں جو اس کے نظام ہدایت کی پرروی کرتے ہیں۔“

یہ کہ حضرت ابن عمر رض نے اس حدیث سے علمی کی وجہ سے اظہار عدم معرفت کیا۔ بعد میں جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رض مقام مقاۃ میں آئے تو ابن عمر رض مجھے

اپنے ساتھ لے کر ان کے پاس گئے۔ میں نے این مسعودؓ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اسی طرح یہ حدیث بیان کر دی اور ابن عمرؓ مطمئن ہو گئے۔
(خبر القرون کی درس گاہیں، ص: ۲۰۲)

(قصہ ۱۰۳) ﴿اہل بیکن کی ایک فضیلت﴾

قاسم بن خیبر کہتے ہیں کہ میں نے این عمرؓ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے نہایت اشراح کے ساتھ میرا استقبال کیا اور اپنے پہلو میں بٹھا کر یہ آیت پڑھی:

”مَنْ يَرْتَدِ مِنْكُمْ عَنِ دِيْنِهِ فَسَوْفَ يَأْتِيَ اللَّهُ بِقَوْمٍ يُجَهِّمُ
وَيُجَوِّنُهُ أَرْلَهَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعْزَّةَ عَلَى الْكُفَّارِ“ (الائدۃ: ۵۳)

”جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے مومنین پر نرم اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے“

اور پھر میرے موئذنے پر ہاتھ رکھ کر لہا کر واللہ وہ قوم تم ہی اہل بیکن میں سے ہو گی جو مرتدوں کا قلع قع کرے گی۔ یہ بات بار بار کہتے رہے۔
(خبر القرون کی درس گاہیں، ص: ۲۰۳۔ جوالتاریخ کیرج ۲۰۲ ص: ۲۸۶)

(قصہ ۱۰۵) ﴿اکابرین سے قلبی تعلق و عقیدت﴾

سعید بن میتب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عمرؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کا نام سالم کیوں رکھا ہے؟
میں عرض کیا ”نہیں“
فرمایا ”سالم مولیٰ ابو حذیفہ کے نام پر“ تم کو معلوم ہے کہ میں نے پانے بیٹھے کا نام واقد کیوں رکھا ہے؟
میں نے عرض کیا ”نہیں“
فرمایا ”واقد بن عبداللہ یہ بعلی کے نام پر“ تم کو معلوم ہے میں نے اپنے بیٹھے کا نام

عبد اللہ کیوں رکھا ہے؟“

میں نے عرض کیا ”نمیں“

فرمایا ”عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) کے نام پر“

(خیرالتردون کی درس گاہیں، ص: ۲۰۵)

(قصہ ۱۰۶) ﴿حضرت عمرؓ کا کرتہ﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے نیا کرتہ پہنا پھر مجھ سے چھری منگو کر فرمایا ”اے میرے بیٹے! میرے کرتے کی آسمیں کو پھیلاو اور میری انگلیوں کے کنارے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جوانگلیوں سے زائد کپڑا ہے اسے کاٹ دو“ چنانچہ میں نے چھری سے دونوں آسمیں کا زائد کپڑا کاٹ دیا (جو چھری سے سیدھا نہ کٹ سکا اس لئے) آسمیں کا کنارہ ناہموار اونچا نیچا ہو گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا ”اے ابا جان! اگر آپ اجازت دیں تو میں قیچی سے برابر کر دوں“ انہوں نے فرمایا ”اے میرے بیٹے! ایسے ہی رہنے دو، میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے“ چنانچہ وہ کرتا حضرت عمرؓ کے بدن پر اسی طرح رہا، یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا اور میں نے کئی دفعاں کے دھاگے پاؤں پر گرتے ہوئے دیکھے۔ حلیۃ الاولیاء (۱/۲۵)

(قصہ ۱۰۷) ﴿سفر آخرت﴾

۷۷ میں جب حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حج کے لئے تشریف لے گئے تو ایک شخص کے نیزہ کی نوک جو زہر میں بجھی ہوئی تھی ان کے پاؤں میں چھٹی۔ یہ زہران کے جسم میں سیر ایت کر گیا اور یہی زخم ان کی وفات کا باعث ہوا۔

عام مورخین کا خیال ہے کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ حجاج کے اشارہ سے آپ کو زخم کیا گیا تھا۔ البتہ اس کی تفصیل میں اختلاف ہے۔

متدرک الحاکم کی روایت یہ ہے کہ حجاج نے جب خانہ کعبہ میں منجیق نصب کروائی اور ابن زیرؓ کو شہید کرایا تو اس کا یہ فعل شیع ابن عمرؓ کو سخت ناپسند ہوا۔

آپ نے اس کو بہت برا بھلا کہا، جاج غضبناک ہو گیا اور اس کے اشارے سے شامیوں نے زخمی کر دیا۔

(متدروک حاکم ۵۵۷/۳)

حافظ ابن حجرؓ لکھتے ہی کہ عبد الملک نے جاج کو ہدایت کی تھی کہ وہ ابن عمرؓ کی مخالفت نہ کرے یہ حکم اس پر بہت شاق گزرا، لیکن حکم عدوی بھی نہیں کر سکتا تھا، اس لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور آپ کو زخمی کر دیا۔

(تہذیب العبید ۳۳۰/۱۵)

طبقات ابن سعد کی روایت کچھ اس طرح ہے:

”ایک مرتبہ جاج خطبہ دے رہا تھا، اس میں اس نے ابن زبیرؓ پر اتہام لگایا کہ انہوں نے نعمود باللہ کلام اللہ میں تحریف کی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے اس کی تردید کی اور فرمایا تو جھوٹ بولتا

ہے نہ ابن زبیرؓ میں اتنی طاقت ہے نہ تجھ میں یہ مجال ہے مجع

عام کے سامنے ان کی یہ ڈانٹ اس کو بہت ناگوار ہوئی، لیکن حضرت

ابن عمرؓ کے ساتھ علانیہ کوئی برابر بتاونہیں کر سکتا اس لیے

خیہی انتقام لیا،“ (طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عمر)

ابن خلکان اور اسد الغابۃ میں اس کے علاوہ اور روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ ایک دن جاج خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا کہ عصر کا وقت ہو گیا، آپ نے فرمایا کہ آفتاب تیرا انتظار نہیں کر سکتا۔ جاج نے کہا ”جی“ میں آتا ہے کہ تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں، فرمایا ”تجھ کو تاہ میں سے کچھ بعید نہیں“۔

دوسرا روایت میں ہے کہ عبد الملک نے فرمان جاری کیا کہ تمام جاج مناسک حج میں حضرت ابن عمرؓ کی اقتداء کریں۔ حضرت ابن عمرؓ عرفات اور دوسرے موافق سے جاج بن یوسف کا انتظار کئے بغیر بڑھ جاتے تھے۔ جاج کی فرعونیت کیا اس کو گوارہ کرتی مگر عبد الملک کے حکم سے مجبور تھا۔ اس لئے آپ کی جان کا خواہاں ہو گیا۔

(ابن خلکان ۱/۱۱) و اسد الغابۃ (۲۲۲/۳)

اگرچہ ان روایتوں کی صورت واقعہ میں اختلاف ہے مگر تضاد نہیں، اس لئے ان میں سے کسی کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام واقعات یکے بعد دیگرے پیش آتے رہے

مگر حجاج ضبط کرتا رہا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ ابن عمرؓ کے سامنے اس کی نہیں چلتی اور وہ اس کو مطلق دھیان میں نہیں لاتے تو اخیر میں آپ کا قصہ ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا، لیکن علی الاعلان وہ آپ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اس لئے یہ صورت نکالی کہ اپنے آدمیوں میں سے کسی کو حکم دیا کہ وہ حج کے موقع پر جب لوگوں کا ازدحام ہوتا ہے زہرآلود نیزہ سے آپ کے پاؤں میں خراش دے دیں اس ازدحام میں رُخی کرنے والا گرفتار بھی نہ ہو سکے گا اور خوب کے اثر آپ کی موت بھی واقع ہو جائے گی، چنانچہ تقدیرِ الہی میں یہی لکھا تھا۔ جب آپ بیمار ہوئے تو حجاج عبادت کے لئے آیا اور مزانج پر سی کے بعد کہا کہ کاش مجھے ملزم کا پتہ چل جاتا تو میں اس کی گردن اڑا دیتا۔ آپ نے فرمایا ”تم ہی نے یہ سب کیا اور بھر کہتے ہو کہ میں مجرم کو قتل کر دیتا۔ نہ تم حرم میں اسلحہ باندھنے کی اجازت دیتے نہ یہ واقعہ پیش آتا۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

ہر لب پر یہ سوال ہیں ان کا جواب دو

غارت گرائی خون شہیداں جواب دو

(مذکور حاکم ۵۵/۳)

حضرت ابن عمرؓ کو مدینہ منورہ میں وفات پانے کی بہت تمنا تھی، چنانچہ جب آپ کی حالت نازک ہوئی تو دعا کرتے تھے کہ خدا یا! مجھ کو مکہ میں موت نہ دے۔ آپ نے اپنے صاحبزادے سالم کو وصیت کی کہ اگر میں مکہ ہی میں مر جاؤں تو حدود حرم کے باہر دفن کرنا کیونکہ جس زمین سے بھرت کی ہے اسی کی پووند خاک ہوتے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ وصیت کے چند نوں بعد سفر آخرت کیا اور علم عمل اور اتباع سنت کا یہ آفتاب تاباں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔

ایک طوفان طلب روح میں پیدا کر کے

چھپ گئے آپ کہاں؟ حشر یہ براپا کر کے

اجنبی میں ہوں زمانے سے زمانہ مجھ سے

عشق نے چھوڑ دیا ہے مجھے تنہا کر کے

وفات کے بعد وصیت کے مطابق لوگوں نے حرم کے باہر دفن کرنا چاہا مگر حجاج نے مداخلت کر کے خود ہی نماز جنازہ پڑھائی اور مجبوراً مہاجرین کے "خ" نامی قبرستان میں دفن کئے گئے۔

لُخْصِ از سیر الصَّحَابَةِ (۱۸/۲)

گم ہو گیا تو منزل ذوق طلب ملی
منزل کی جگتو میں تو بھٹکا ہوا تھا میں
بازار میں کہیں میری قیمت نہ لگ سکی
کیفی سبب یہ ہے کہ در بے بہا تھا میں
تمت باخیر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسولنا الكريم

از قلم

محمد اولیس سرور

۱۴۲۸ھ اربع الاول

کیم اپریل ۲۰۰۷ء

فہریس المراجع

| | |
|----------------------------------|-------------------------|
| محمد بن اسماعیل البخاری | الصحيح البخاری |
| مسلم بن الحجاج القشیری | الصحيح لمسلم |
| سلیمان بن اشعث السجستانی | السنن لا بن داؤد |
| محمد بن عیسیٰ الترمذی | الجامع للترمذی |
| محمد بن یزید الفزوینی | السنن لا بن ماجہ |
| احمد علی المتنقی | کنز العمال |
| امام ابن کثیر | تفسیر ابن کثیر |
| امام حاکم شہید | مستدرک الحاکم |
| احمد بن حنبل | المسند احمد |
| مالك بن انس الاصبھی | الموطا للامام مالک |
| اسماعیل بن محمد اصفهانی ابن قوام | الترغیب و الترہیب |
| ابونعیم الاصفہانی | حلیۃ الاولیاء |
| محمد یوسف الکاندھلوی | حیاة الصحابة |
| ابن حجر العسقلانی | الاصابة |
| ابن حجر العسقلانی | تهذیب التہذیب |
| ابن الاٹیر | اسد الغابة |
| امام ابن سعد | طبقات ابن سعد |
| ابن القیم الجوزیہ | اعلام بالموقعین |
| ابن عبدالبر | جامع العلم |
| مولانا شاہ معین الدین ندوی | سیر الصحابة |
| شیخ الحدیث مولانا زکریا | فضائل اعمال |
| قاضی اطہر مبارکپوری | خیر القرآن کی درس گائیں |